عزیمت و رخصت کے شرعی احکام

جناب مولانا مبشر احمد جامعہ مدنیہ لاہور

احکام مشروعہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) عزیمت۔ (۲) رخصت:

عزیمت کا لغوی معنی عَزَمَ عَزْمًا وَ عَزِيْمَةً (ض) پختہ ارادہ کرنا: العزیمۃ جمع عَزَائِم اسی سے عَازِم اپنے عزم پر قائم رہنے والا[۱] ہمت: صبر کرنا۔

وہ عمل جس کو اس کی خوبی اور عزیمت کی بنا پر ہر ایک کو کر لینے کا پختہ ارادہ کر لینا چاہیے۔ (لغات القرآن ج ۴ ص ۲۸۷)

رخصت کا لغوی معنی رَخُصَ رُخصا (کرم) سستا ہونا: اَلرُّخْصَةُ: تخفیف کرنا آسانی کرنا[۲] وسعت کرنا۔

عزیمت کی تعریف وھی فی احکام الشرع اسم لما ھو اصل منھا غیر متعلق بالعوارض۔

ترجمہ: عزیمت احکام شرع میں ان احکام اصلیہ کو کہتے ہیں جن کا عوارض کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ یعنی وہ احکام جو عام انسانوں کے لیے ان کے عام حالات کے اعتبار سے ہوں۔ اور انکی بنیاد عوارض و اعذار پہ نہ ہو[۳]

---

[۱] المنجد اردو دارالاشاعت کراچی ص ۶۵۰

[۲] ایضاً ص ۳۷۶

[۳] حسامی ص ۵۷ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند توضیح ص ۶۱۲۔ اصول فقہ ص ۳۴ مولانا عبیداللہ اسعدی۔

۲۔ العزیمۃ ما شرع من الاحکام الکلیۃ ابتداءً [1]

ترجمہ: عزیمت ان احکام کلیہ کا نام ہے جو ابتداءً مشروع ہوں:

کلیۃً کا مطلب ہے کہ جو سب مکلفین کے ساتھ سب حالات میں نافذ ہوں ایسا نہ ہو کہ ان احکام کا بعض کو مکلف بنایا جائے اور بعض کو نہ بنایا جائے اور بعض حالات میں عمل کیا جائے اور بعض حالات میں عمل نہ کیا جائے۔ اور ابتداءً کا مطلب ہے کہ شارع نے اس حکم کو پہلی مرتبہ کرنے کا حکم دیا ہو۔ اس سے قبل اس کے بارے میں کوئی حکم نہ دیا گیا ہو۔ جیسے نماز اور روزہ وغیرہ علی الاطلاق اور علی العموم ہر شخص پر ہر حالت میں واجب ہیں۔

۳۔ مالم یتغیر من العسر الی الیسر بل حکم ابتداءً [2]

ترجمہ: وہ حکم جو تنگی سے آسانی کی طرف تبدیل نہ کیا گیا بلکہ ابتدائی حکم ہو۔

وجہ تسمیہ عزیمت کو عزیمت اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مکلف اس امر کا عزم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا معبود و الٰہ ہے اور ہم اس کے بندے ہاں ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ اس کی نافرمانی کریں وہ قادر و مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جو حکم دے۔ دے سکتا ہے ہم پر لازم ہے کہ ہم من وعن اس کے حکم پر عمل کریں۔ یعنی شارع کی حقیقی منشاء و مراد کو تاکیدی طور پر پورا کرنا جیسے قرآن مجید میں ہے۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ [3]

ترجمہ: آپ صبر کیجئے جیسے اور ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تھا۔

یعنی تبلیغ احکام میں برابر اس طرح جد وجہد کرتے رہے کہ نہ کوئی روکنے والا انہیں روک سکا۔ اور نہ جھکانے والا جھکا سکا اور حق تعالیٰ سبحانہ نے جو کچھ ان سے عہد لیا تھا اور بالواسطہ یا بلاواسطہ جو کچھ ان کے حق میں قضاء و قدر کا فیصلہ فرما دیا تھا اس پر ثابت قدم رہے [4]

---

[1] امام ابو اسحاق الشاطبی۔ الموافقات ج اول ص ۳۰۰

[2] مسلم الثبوت ص ۴۷

[3] سورۃ احقاف: ۳۵

[4] روح المعانی ج ۴ ص ۱۴۸۔ الموافقات ج اول ص ۲۰۵ طبع مصر مطبع منیریہ۔ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۱۲

اولو العزم نوح والخلیل المجد
وموسیٰ وعیسیٰ والحبیب محمّد

ترجمہ: پختہ عزم رکھنے والے حضرت نوح حضرت ابراہیم خلیل اللہ جو صاحب شرف وعظمت ہیں اور حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور محبوب خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قرآن مجید میں لفظ عزم کا استعمال

(۱) اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ[۱]
ترجمہ: بیشک یہ ہمت کے کام ہیں۔

(۲)۔ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ[۲]
ترجمہ: البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کیا بیشک یہ ہمت کے کام ہیں۔

(۳)۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا[۳]
ترجمہ: اور ہم نے تاکید کر دی تھی آدم کو اس سے قبل پھر وہ بھول گیا۔ اور ہم نے اس کا قلبی قصد نہ پایا۔

(۴)۔ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ[۴]
ترجمہ: حکم ماننا ہے اور بھلی بات کہنی ہے پس جب تاکید ہو کام کی پس اگر سچے رہیں اللہ تعالیٰ سے تو ان کا بھلا ہے۔
یعنی اللہ تعالیٰ نے جب کسی کام کا حکم دیا تو اسکو تاکیدی طور پر کرنے کا پختہ عزم کیا۔

(۵)۔ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ[۵]
ترجمہ: اگر انہوں نے طلاق کا پختہ ارادہ کر لیا۔

---

[۱] لقمٰن : ۱۷ الاحقاف $\frac{۲۶}{۳}$
[۲] الشوریٰ : ۴۳
[۳] طٰہٰ $\frac{۱۶}{۱۵}$
[۴] محمّد $\frac{۲۶}{۷}$
[۵] البقرہ $\frac{۲}{۱۲}$

رخصت کی تعریف

(۱) والرخصة اسم لما بُنِي على اعذار العباد [۱]

ترجمہ: رخصت ان احکام کا نام جو مخصوص احوال اور عوارض واعذار کی بنا پر مخصوص افراد سے متعلق ہوں۔

۲۔ والرخصة ما وسع المكلف فعله لعذر مع قيام السبب المحرم [۲]

ترجمہ: رخصت وہ حکم ہے جس میں بوجہ عذر کے مکلف کو اس کام کے کرنے کی وسعت دی گئی ہو اگرچہ اس پر حرام کرنے والا سبب موجود ہو۔

۳۔ اما الرخصة فما شرع لعذر شاق [۳]

ترجمہ: رخصت وہ حکم ہے جس کو مشقت میں ڈالنے والے عذر کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہو۔

یعنی اس کو ایسے اصل کلی سے مستثنیٰ کیا گیا ہو جو منع کا تقاضہ کرتا ہو۔

۴۔ وقد يطلق لفظ الرخصة على ما وضع عن هذه الامة من التكاليف الغليظة والاعمال الشاقة [۴]

ترجمہ: کبھی لفظ رخصت کا اطلاق ان سخت تکالیف اور مشقت والے اعمال پر ہوتا ہے جو اس امت سے ساقط کر دیے گئے ہیں۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ [۵]

---

[۱] حسامی ص ۵۸

[۲] ایضاً

[۳] امام ابو اسحاق الشاطبی الموافقات ج اوّل ص ۳۰۱

[۴] ایضاً ص ۳۰۴

[۵] الاعراف ۱۵۷۔

ترجمہ: اور اس بوجھ سے لوگوں کو نجات دلائے گا اور ان پھندوں سے نکالے گا جن میں وہ دبے اور پھنسے ہوئے ہیں۔

اِصرؔ: اور اغلالؔ: سے مراد شریعت موسوی و شریعت عیسوی کے وہ خود ساختہ اعمال ہیں جن میں معمول سے زیادہ مشقت اٹھانی پڑتی تھی مثلاً ناقابل عمل و ناقابل فہم عقیدوں کا بوجھ۔ اور وہم پرستیوں کا انبار اور راہبوں کی ناجائز اطاعت شعاری اور عالموں کی بے جا تقلید وغیرہ کے بوجھوں سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت نے ان سے نجات دلائی [۱]

وفی روایۃ کقتل النفس فی التوبۃ وقطع الاعضاء الخاطئۃ و عدم جواز صلوتھم فی غیر المسجد وعدم التطھیر الماء وحرمۃ اکل الصائم بعد النوم ومنع الطیبات عنھم بالذنوب وکون الزکوۃ ربع مالھم وکتابۃ ذنب اللیل علی الباب بالصبح وقرص الثوب والجلد اذا اصابہ نجاسۃ واحراق الغنائم وتحریم السبت وغیرھم [۲]

ترجمہ: ایک روایت میں "اغلال اور اصر" کی تفسیر میں لکھا گیا ہے کہ توبہ میں اپنے آپ کو قتل کرنا اور جس عضو نے خطا کی ہے اس کو کاٹنا اور مسجد کے بغیر نماز کا ناجائز ہونا اور پانی کے بغیر پاک نہ ہونا۔ اور روزہ دار کو سونے کے بعد کچھ نہ کھانا اور گناہوں کی وجہ سے حلال چیزوں کا حرام ہو جانا اور چوتھائی مال کی زکوۃ نکالنا۔ اور رات کا گناہ صبح کو دروازے پر لکھا ہوا ہونا۔ اور بدن یا کپڑا جب ناپاک ہو جائے تو اس کا کاٹنا اور مال غنیمت کو جلا دینا۔ اور ہفتہ کے دن شکار کا منع ہونا وغیرہ وغیرہ۔

یہ وہ بوجھ ہیں سابقہ امتوں کے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت سے ساقط کر دیے ہیں۔

۵۔ وتطلق الرخصۃ ایضا علی ما کان من المشروعات توسعۃ علی العباد مطلقاً [۳]

---

[۱] ترجمان القرآن ج ۲ ص ۹

[۲] حسامی مع النظامی ص ۶۲

[۳] امام ابو اسحاق الشاطبیؒ الموافقات ج اول ص ۳۰۵

ترجمہ: کبھی رخصت کا اطلاق ان احکامات پر بھی ہوتا ہے جو بندوں پر توسعۃً (مباحًا اور جوازًا) مشروع کیے گئے ہیں۔

عزیمت و رخصت میں فرق

فالعزیمۃ ھو امتثال الاوامر و اجتناب النواھی علی الاطلاق والعموم کانت الاوامر وجوبًا والنواھی کراھۃ او تحریمًا والاذن فی نیل الحظ الملحوظ من الجھۃ العبد رخصۃ فالعزائم حق اللّٰہ علی العباد والرخص حظ العباد من لطف اللّٰہ [1]

ترجمہ: پس عزیمت مطلقاً اوامر پر عمل کرنا اور نواہی (ممنوع اشیاء) سے پرہیز کرنا ہے خواہ امر وجوبی ہو یا امر مستحب۔ اور نہی مکروہ ہو یا حرام۔ اور رخصت بندے کی مجبوری کی بنا پر اوامر و نواہی پر عمل نہ کرنے کی اجازت کا نام ہے گویا کہ عزائم اللہ کا حق ہے اور رخصتیں اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور نرمی کا نام ہے۔

فقہاء کی چند اصطلاحیں

اب قارئین کی خدمت میں فقہاء کی وہ اصطلاحیں ذکر کی جاتی ہیں جن کو مستحضر رکھنے سے عزیمت و رخصت کے احکام کا سمجھنا سہل ہو جاتا ہے۔

احکام کی اقسام

احکام کی دو قسمیں ہیں
(۱) احکام تکلیفیہ (۲) احکام وضعیہ۔

حکم کی تعریف

اللہ تعالیٰ کا خطاب جو مکلفین کے افعال سے متعلق ہو اور اس کے ذریعہ یا تو ان سے کسی کام کے کرنے کا مطالبہ کیا جائے خواہ مطالبہ لازمی ہو یا غیر لازمی یا کسی کام کے کرنے کا اختیار دیا جائے یہ تعریف اصولیین کے نزدیک ہے مگر فقہاء بایں الفاظ تعریف کرتے ہیں کہ اعمال کے اوصاف جو دلائل سے ثابت ہوتے ہیں جیسے وجوب یا حرمت وغیرہ [2]

---

[1] الموافقات ج ۱ : ص ۳۰۶

[2] التوضیح ص ۷۰۴ نور الانوار ص ۲۶۶

حکم تکلیفی | جسے کرنے یا نہ کرنے کا مطالبہ یا اختیار ہو۔

حکم وضعی | جو کسی حکم کے ثبوت یا عدم ثبوت کا باعث ہو۔

تعریف تکلیف | ایسے کام کا مطالبہ کرنا جس کے انجام دینے میں مشقت ہو۔

ارکان تکلیف | (الف) مُکلِّف (بکسر اللام) یعنی حاکم۔ ذاتِ باری تعالیٰ۔

(ب) مُکلَّف (بفتح اللام) یعنی محکوم علیہ جس کو حکم دیا گیا ہے۔

(ج) مُکلَّف بہ: یعنی محکوم فیہ جس چیز کا حکم دیا گیا ہے۔

غرض تکلیف | دنیا و آخرت میں انسان کے احوال کا سدھارنا اور آخرت کے حق میں عذر کو ختم کر کے اتمام حجّت کرنا[1]

شرائط تکلیف | مکلّف تکلیف کا اہل ہو۔

تعریف اھلیت | انسان کے اندر اس صلاحیت کا پایا جانا کہ اس سے صادر ہونے والے افعال و اقوال کا شریعت اعتبار کرے۔ اور ان پر احکام مرتب ہوں[2] (۲) بالغ ہونا۔ (۳) دلیل تکلیف سے واقف ہونا خواہ فی الحال واقفیت ہو یا بعد میں خواہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ (۴) مسلمان ہونا۔ (۵) آزاد ہونا۔ (۶) مراد ہونا: (بعض احکام کے حق میں)[3]

موانع تکلیف | جنہیں عموماً عوارض سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

تعریف: وہ اوصاف جو کسی اعتبار سے اہلیت تکلیف پر اثر انداز ہوں (اور عام اشخاص و احوال کے لیے شریعت نے جو احکام رکھے ہیں ان میں تغیر کا باعث ہوں[4]

اقسام عوارض | عوارض کی دو قسمیں ہیں (۱) اختیاری۔ (۲) غیر اختیاری۔

اختیاری عوارض | (عوارض اختیاری) یعنی وہ موانع جن کے پائے جانے میں خود انسان

---

[1] المدخل ص ۱۵/۱۴ اصول فقہ ص ۲۲ الشاطبی ج ۲ ص ۷۵

[2] حسامی ص ۱۳۹ نور الانوار ص ۲۸۳

[3] توضیح ۶۴۲: اصول فقہ ص ۲۵ الموافقات للشاطبی ج ۲ ص ۷۲

[4] قمر الاقمار ۲۸۲ - نظامی ۱۴۲

کا داخل ہو وہ حسب ذیل ہیں (۱) نشہ ۔ (۲) سفہ (لاابالی پن کہ عقل کے باوجود یہ خیال نہ کرنا کہ کیا کہہ رہا ہے ۔ اور کہاں خرچ کر رہا ہے) ۔(۳) جہل ۔(۴) ہزل (مذاق کہ کسی کلام سے نہ تو حقیقی معنی مراد ہوں نہ مجازی بطور ہنسی اور دل لگی کے اس کو اختیار کیا جائے) (۵) خطا اور غلطی (ارادہ کے خلاف کسی کام کا ہو جانا یعنی آدمی چاہے کچھ ہو جائے کچھ) ۔(۶) اکراہ (۷) سفر

غیر اختیاری موانع وعوارض

وہ حسب ذیل ہیں : (۱) جنون (عقل نہ ہونا) (۲) خبط الحواسی (کہ کچھ اچھا کرے اور کچھ برا کرے) (۳) غشی ۔ (۴) کم عمری ۔ (۵) مرض الموت ؛ وہ مرض جس میں آدمی مر جائے یا حالت صحت میں کرنے والے کاموں سے عاجز آجائے (۶) موت ۔ (۷) غلامی) (۸) نسیان (۹) حیض ونفاس لہ

وضع شریعت کا مقصود

ان وضع الشرائع انما هو لمصالح العباد فی العاجل والاجل مثلا بعد اٰیۃ الوضوء

مایرید الله لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطهرکم ولیتم نعمتهٗ علیکم وفی الصیام کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون وفی الصلوۃ ان الصلوۃ تنهی عن الفحشآء والمنکر وفی القصاص ۔ ولکم فی القصاص حیاۃ یا ولی الالباب ٢ه

ترجمہ : شریعتوں کی وضع دنیا اور آخرت میں انسانوں کی مصلحتوں اور فائدوں کے لیئے مثلاً آیت وضو کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر حرج اور تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے اور تم پر اپنی نعمتوں کو مکمل کرنا چاہتا ہے ۔
اور روزے کی آیت میں فرمایا کہ تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسے کہ تم سے قبل امتوں پر فرض کیا گیا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ ۔ اور نماز کی آیت میں فرمایا کہ نماز

لہ کشف الاسرار ج ۴ ص ۲۶۳ ۔ التوضیح ۴ ۶۵

٢ه الشاطبی موافقات ج ۲ ص ۲

برائیوں اور بے حیائیوں سے روکتی ہے اور قصاص میں فرمایا کہ تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے عقل والو۔

مقاصد شریعت تکلیف شریعت سے مقصود اس کے مقاصد کی حفاظت ہے اور مقاصد شریعت تین قسم پر ہیں۔ (۱) ضرورات۔ (۲) حاجات (۳) تحسینات۔

تعریف ضرورت ضرورات جمع ہے ضرورت کی۔ ضرورت وہ حالت جس میں عام حالات کے احکام پر عمل کی صورت میں ضیاع جان کا یقین ہو یا جلد اسکی نوبت آجانے کا غالب گمان ہو تو اب ضرورت وہ امور ہوں گے جن سے انسانی زندگی اور انسانی معاشرہ کے بقا کی خاطر کسی طرح صرف نظر ممکن نہ ہو اصولاً اس کے تحت پانچ چیزوں کی حفاظت آتی ہے۔ دین۔ جان۔ نسل۔ عقل۔ مال، مثلاً جہاد دین کی حفاظت کے لیے۔ قصاص جان کی حفاظت کے لیے زنا کی سزا نسل کی حفاظت کے لیے۔ شراب کی حد عقل کی حفاظت کے لیے۔ چوری کی حد مال کی حفاظت کے لیے ہے۔

امام ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی کی تشریح قال لابد منها فی قیام مصالح الدین والدنیا بحیث اذا فقدت لم تجر مصالح الدنیا علی استقامة بل فساد وتہارج وفوت حیاة وفی الاخرة فوت النجاة والنعیم والرجوع بالخسران المبین[1]

ترجمہ: ضرورات میں دینی اور دنیاوی مصلحتوں کا قائم ہونا ضروری ہے بایں حیثیت کہ جب ان میں سے کوئی ایک چیز بھی معدوم ہو جائے تو مصالح دنیا درست نہ رہ سکیں بلکہ فساد اور ہلاکت جان کا خطرہ پیدا ہو جائے اور آخرت میں نجات اور نعمتیں حاصل نہ ہو سکیں اور نامراد اور خاسر ہو کر لوٹے۔

---

[1] الموافقات ج ۲ ص ۷۲

مصلحت کی تعریف کسی منفعت کی تحصیل یا تکمیل یا کسی مضرت و تنگی کے ازالہ یا تخفیف کی وہ صورت جو شارع کے مقصود کی رعایت و حفاظت پر مبنی ہو۔[1]

اہمیتِ مصلحت شریعت کے تمام احکام کی بنیاد مصالح پر ہے اور حالات و ضرورات کی ایک ہی صورت نہیں ہوتی بلکہ بدلتی رہتی ہے اور اس کے تقاضے بھی بدلتے رہتے ہیں مصلحت ہی حکم و مطالبہ کا مدار ہے جس کام میں مصلحت ہے وہ مطلوب اور جو مصلحت سے خالی ہو وہ مذموم ہوتا ہے خواہ مصلحت دنیا کی ہو یا آخرت کی خواہ بندہ اسے سمجھے یا نہ سمجھے[2]

دوسری قسم حاجات وہ امور جن سے ایک درجہ مشقت کے ساتھ صرف نظر ممکن ہو۔ حاجات اور ضروریات میں فرق یہ ہوا کہ ضروریات کا مبنیٰ موجودہ حالات کے پیش نظر یہ غالب گمان ہوتا ہے کہ مستقبل میں اس کی اشد ضرورت پڑ جائے گی شریعت جیسے ضرورت کے مرحلہ میں رخصت دیتی ہے اسی طرح حاجت کے مرحلہ میں بھی رخصت دیتی ہے۔

مثال: اس کے ضمن میں وہ امور آتے ہیں کہ جن سے مالی تنگی دور ہوتی ہے فرائض کی ادائیگی میں مشقت کی کمی ہوتی ہے اور معاملات میں سہولت و آسانی پیدا ہوتی ہے۔

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح انہا مفتقر الیہا من حیث التوسعۃ ورفع الضیق المودی فی الغالب الی الحرج والمشقۃ اللاحقۃ بفوت المطلوب فاذا لم تراع دخل علی المکلفین الحرج والمشقۃ الخ[3]

ترجمہ: حاجیات کی ضرورت محض فراخی پیدا کرنے کے لیے اور تنگی کو اٹھانے

---

[1] المستصفی ج اول ص ۲۸۶ المدخل ص ۳۰۹

[2] توضیح ص ۵۴۸

[3] الموافقات ج ۲ ص ۶

اور ختم کرنے کے لیے پڑتی ہے ایسی تنگی جس میں غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ اس پر عمل کرنے سے ایسا حرج اور مشقت پیدا ہو گی جس سے مطلوب فوت ہو جائے گا لیکن وہ مشقت فساد اور ہلاکت کی حد تک نہ پہنچائے

تیسری قسم تحسینیات وہ امور جو انسانی زندگی میں ظاہر و باطن دونوں کے اعتبار سے حسن و خوبصورتی کا ذریعہ بنیں۔

اصولاً اس کے تحت وہ چیزیں آتی ہیں جو عمدہ اخلاق اور اچھی عادات و فضائل کے قبیل سے ہوں : مثلاً طہارت۔ ستر کا ڈھکنا نماز کے لیے مناسب لباس کا پہننا۔

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح الاخذ بما یلیق من محاسن العادات وتجنب الاحوال المدنسات التی تانفها العقولات الراجحات الخ[له]

ترجمہ: عمدہ خصلتوں کو اپنانا اور ایسے عیب دار کرنے والے احوال و کردار سے اجتناب کرنا جنہیں عقلمندوں نے نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے؟

اس میں تمام مکارم اخلاق شامل ہیں جیسے عبادات میں ازالہ نجاست و طہارت ثلثہ (کپڑا۔ بدن۔ جگہ) اور ستر عورت وغیرہ اور عادات میں آداب اکل و شرب اور نجس ماکولات و مشروبات سے تجانب، فضول خرچی و کم خرچی (اسراف و اقتار) سے پرہیز کرنا: معاملات میں بیع محرمات (حرام چیزوں کی فروخت) سے پرہیز یہ ایسے امور ہیں جو مصالح ضروریہ و حاجیہ کے لیے محض تحسین و تزیین کا کام دیتے ہیں۔

مراتب و باہمی ربط ان اقسام کے مراتب اسی ترتیب سے ہیں جس ترتیب سے انہیں ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی اولاً درجہ ضروریات کا ہے اس سے کم حاجات کا اور اس سے کم تحسینیات کا۔ اگر ادنیٰ کی رعایت میں اعلیٰ کا نقصان ہوتا ہو تو ادنیٰ کو چھوڑ دینے کی رخصت ہے جیسے علاج کے لیے کشف ستر۔ علاج حاجات کے قبیل سے ہے اور ستر عورت

[له] الموافقات ج ۲ ص ۸

تحسینات کے باب سے ہے علاج کے لیے اس کا ترک کرنا جائز ہے۔ تو یوں سمجھیے کہ حاجات ضروریات کے لیے بمنزلہ تتمہ ہیں اور تحسینات حاجات کے تتمہ ہیں۔ ان الحاجات کالتتمة للضروریات وکذا التحسینات کالتکملة للحاجات فان الضروریات هی اصل المصالح [1]

امام شاطبیؒ اس بحث کے اختتام میں خلاصہ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اذا ثبت ان الشارع قد قصد بالتشریع اقامة المصالح الاخرویة والدنیویة وذالک علی وجه لایختل لها به نظام لابحسب الجزء سواء کان من قبیل الضروریات او الحاجیات او التحسینات۔

ترجمہ: جب ثابت ہو گیا کہ شارع کا قصد تشریع احکام سے دنیوی اور اخروی مصالح کا قائم اور باقی رکھنا ہے وہ بھی ایسے طریقہ پر کہ ان کے ساتھ نہ کلی طور پر نظام بگڑے اور نہ اُخروی طور پر خواہ وہ ضروریات کے قبیل سے ہوں یا حاجیات اور تحسینات کے قبیل سے ہوں۔

یعنی اگر ان احکام پر عمل کرنے سے نظام زندگی خراب ہوتا ہے اور بگڑتا ہے تو ان پر عمل مشروع نہیں رہے گا کیونکہ شریعت کی وضع اصلاح کے لیے ہے بگاڑ کے لیے نہیں۔
نیز شریعت میں تکلیف بالمشقت کا قصد بھی نہیں کیا گیا۔ یعنی انہیں احکام کا حکم دیا گیا ہے جو انسانی قدرت میں ہوں تکلیف مالایطاق نہیں دی گئی۔

ثبت فی الاصول ان شرط التکلیف او سببه القدرة علی المکلف به فمالا قدرة علی المکلف لایصح التکلف شرعاً [2]

ترجمہ: کتب اصول میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ شرط تکلیف یا سبب تکلیف

---

[1] الموافقات ج ۲ ص ۲۵

[2] ایضاً ج ۲ ص ۷۵

قدرت مکلّف ہے جن کاموں میں مکلف کو قدرت نہیں ان میں شرعاً اُس کو تکلیف دینا بھی صحیح نہیں ۔ مثلاً

فالاوصاف الذی طبع علیھا الانسان کالشھوۃ الی الطعام والشراب لایطلب برفعھا ولا بازالتہ ما غرز فی الجبلۃ فانہ من تکلیف مالا یطاق کما لایطلب بتحسین ما قبح من خلقۃ جسمہ ولا تکمیل ما نقص فان ذالک غیر مقدور للانسان لہ

ترجمہ : مثلاً وہ اوصاف جو انسانی فطرت میں داخل ہیں جیسے کھانے اور پینے کی خواہش ان کے ازالہ اور ختم کرنے کا مطالبہ انسان سے نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ تکلیف مالایطاق ہے جیسے کہ کوئی انسان بدشکل ہے یا کوئی عضو ناقص تو اس کو نہیں کہا جاتا کہ اپنی شکل کو خوبصورت بناؤ اور اپنے اُس عضو کو کامل کرو ۔ کیونکہ یہ انسانی قدرت سے باہر ہے ۔

وہ اوصاف جو انسانی قدرت میں نہیں ہیں وہ اوصاف جن کے طلب و دفع پر انسانی قدرت کا کوئی دخل نہیں وہ دو قسم پر ہیں ۔

پہلی قسم احدھما ما کان نتیجۃ عمل کالعلم والحب فی نحو قولہ احبوا اللہ لما اسدی الیکم من نعمۃ ۔

ترجمہ : پہلی قسم وہ اشیاء ہیں جو عمل کا نتیجہ ہیں جیسے علم اور محبت جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اس لیے کہ اس نے تم پر نعمتوں کی بارش برسائی ہے ۔

لہ الموافقات ج ۲ ص ۷۵

دوسری قسم | والثانی ما کان فطریًا ولم یکن نتیجۃ عمل کالشجاعۃ والجبن والحلم والاناۃ [1]

ترجمہ: دوسری قسم وہ اوصاف جو فطری اور جبلّی ہیں عمل کا نتیجہ نہیں ہیں جیسے بہادری بزدلی۔ حوصلہ وغیرہ۔

پہلی قسم کا حکم | پہلی قسم کا حکم یہ ہے اس کی جزاء ہر حال میں ملتی ہے۔

دوسری قسم کا حکم | اس میں دو جہتیں ہوتی ہیں:
(۱) یہ کہ وہ شارع کو پسند ہیں یا نہیں۔ (۲) ثواب بھی دیا جائے گا یا نہیں۔

پہلی جہت کے مطابق یہ اوصاف جس میں بھی ہوں وہ اللہ کو پسند ہیں خواہ مومن ہو یا کافر جیسے کہ نبی علیہ السلام نے وفد عبد القیس کے سردار سے کہا تھا کہ ان فیك لخصلتین یحبهما اللہ الحلم والاناۃ۔ تیرے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ (۱) حوصلہ۔ (۲) جلد بازی نہ کرنا۔ دوسری حدیث میں ارشادِ نبوی ہے۔

ان اللہ یحب الشجاعۃ ولو علی قتل حیۃ [2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بہادری کو پسند کرتا ہے چاہے سانپ کے مارنے کی ہی ہو۔

وہ اوصاف جو انسانی قدرت میں داخل ہیں | وہ اوصاف جو انسانی قدرت میں داخل ہیں مگر مشکل یعنی انکے کرنے میں مشقت ہوتی ہے۔

مثلاً دوران سفر روزہ رکھنا:

حکم | اس قسم کا حکم یہ ہے کہ انسان کو نہ تکلیف مالایطاق (جو کام انسان کے بس میں نہ ہو) دی گئی ہے اور نہ تکلیف بالمشاق (جو کام مشقت میں ڈالے) اس پہ قرآن وحدیث سے شواہد موجود ہیں۔

---

[1] الموافقات ج ۲ ص ۷۵

[2] ایضاً

دلائل قرآنی

(۱)۔ ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم[1]

ترجمہ : اور وہ اس بوجھ سے انہیں نجات دلائے گا اور پھندوں سے نکالے گا جن میں وہ دبے اور گرفتار ہیں۔

(۲)۔ ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا[2]

ترجمہ : اے ہمارے پروردگار ہم پر بوجھ نہ ڈال جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا۔

(۳)۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3]

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کسی کو ذمہ دار نہیں بناتا مگر اس کی قدرت کے مطابق۔

(۴) ۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[4]

اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔

(۵)۔ یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا[5]

ترجمہ : اللہ تعالیٰ تم پر تخفیف چاہتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

(۶) ۔ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج[6]

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تمہارے اوپر تنگی ڈالے۔

حدیث

بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ[7]

ترجمہ : مجھے سیدھا آسان اور نرم دین دے کر بھیجا گیا۔

---

[1] اعراف آیت ۱۵۷

[2] البقرہ

[3] البقرہ آیت ۲۸۶

[4] البقرہ

[5] نساء آیت ۱۹

[6] المائدہ آیت ۶

[7] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۱۷ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۲۳

۲ - وما خير شيئين الا اختار ايسرهما مالم يكن اثماً[1]

ترجمہ: جب بھی دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آسان پہلو کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔

اجماع تمام آئمہ کا اجماع ہے کہ شریعت میں تکلیف بالمشقت کا قصد نہیں کیا گیا ورنہ شریعت میں تناقض اور اختلاف لازم آئے گا۔ کیونکہ ایک طرف تو رفق اور تیسیر کا ذکر ہے دوسری طرف مشقت تو یہ اجتماع نقیضین ہے[1]

مشقت کی اقسام مشقت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) معتاد۔ (۲) غیر معتاد:

معتاد وہ ہے جس میں کسی عمل پر دوام سے نہ انقطاع (عمل سے رکنا) لازم آتا ہے اور نہ ہی صاحب عمل کے جان و مال میں خلل آتا ہے۔ جیسے طلب معاش کے لیے صنعت وحرفت کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے لیکن اس تکلیف کو انسان خوشی سے کرتا ہے اور اس کا عادی بن جاتا ہے۔

غیر معتاد: وہ عمل جس پہ دوام سے کلی طور پر یا جزوی طور پر انقطاع (کام کو بند کرنا) لازم آتا ہے یا صاحب عمل کے جان و مال میں خلل آتا ہے۔ اس میں رخصت پر عمل کیا جاتا ہے[3]

احکام تکلیفیہ اور احکام وضعیہ میں فرق ان میں چند وجہوں سے فرق ہوتا ہے۔

(۱) - احکام تکلیفیہ کا مقصد بندوں کو ان احکام کا مکلف بنانا ہوتا ہے کرنے اور نہ کرنے کا اور احکام وضعیہ میں محض سبب و مسبب اور شرط ومشروط وغیرہ کے درمیان ربط اور تعلق کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(۲) حکم تکلیفی بندوں کے زیر قدرت ہوتا ہے اور ان سے اس کا حصول وجود مطلوب ہوتا ہے اور حکم وضعی میں یہ چیز نہیں یا تو وہ زیر قدرت ہی نہیں ہوتا جیسے زوال شمس اور

---

[1] الموافقات

[2] ایضاً ج ۲ ص ۷۵

[3] الموافقات شاطبی رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۸۴

اگر زیر قدرت ہوتا ہے تو وہ مطلوب نہیں ہوتا جیسے وجوب زکوٰۃ کے لیے بقدر نصاب مال کہ بقدر نصاب مال جمع کرنا قدرت میں تو ہے مگر یہ مطلوب نہیں کہ بندے اتنا مال جمع کریں تاکہ ان پر زکوٰۃ واجب ہو۔

(۳) حکم تکلیفی کے لیے کسی حکم وضعی کا ہونا ضروری ہے لیکن حکم وضعی کے لیے مکلف ہونا ضروری نہیں ۔ جیسے بچہ کی حرکات وافعال تکلیف سے تو خالی ہوتے ہیں کہ بچہ مکلّف نہیں لیکن وجہ سے خالی نہیں ہوتے چنانچہ ان پر بعض احکام مرتب ہوتے ہیں ۔

(۴) حکم تکلیفی فعل کا جز ہوتا ہے اور حکم وضعی اصل فعل سے باہر ہوتا ہے ۔ جیسے قیام رکوع نماز کے جز ہیں اور وقت نماز کی فرضیت کا سبب ہے ۔ جز نہیں ہے[1]

عزیمت ورخصت کے احکام عزیمت ورخصت کے احکام سمجھنے کیلیے جن (قواعد و اصطلاح) کا جاننا ضروری تھا ان سب کو مختصراً ذکر کر دیا گیا ہے : اب عزیمت اور رخصت کے تفصیلی احکام و مسائل ذکر کئے جاتے ہیں : مثلاً عزیمت پر عمل اولیٰ ہے یا رخصت پر (۲) عزیمت کی قسمیں اور انکا حکم ، رخصت کی قسمیں اور انکا حکم : عزیمت ورخصت کے ترجیحی دلائل ۔ وغیرہ ۔

عزیمت پر عمل کرنے کے ترجیحی وجوہات بعض ائمہ علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عزیمت پر عمل کرنا اولیٰ ہوتا ہے ۔ اس کی متعدد وجوہات ذکر کی گئیں ہیں ۔

وجہ اوّل احدھا ان العزیمۃ ھی الاصل الثابت المتفق علیہ المقطوع علیہ ۔

ترجمہ : پہلی وجہ یہ ہے کہ عزیمت اصل ہے اور قطعی اور متفقہ دلائل سے ثابت ہے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ اصل پر عمل اولیٰ ہوتا ہے بنسبت فرع کے ۔

وجہ ثانی ان العزیمۃ راجعۃ الی اصل فی التکلیف کلی لانہ مطلق عام علی الاصالۃ فی جمیع المکلفین والرخصۃ

---

[1] اصول فقہ مولفہ مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی ص ۴۶

راجعة الی جزئی بحسب بعض المکلفین ممن لہ عذرٌ وبحسب بعض الاوقات فی اھل الاعذار الخ.

ترجمہ: عزیمت تکلیف میں اصل کلی کی طرف راجع ہے کیونکہ وہ مطلق ہے اور جمیع مکلفین پر اصالۃً واجب ہے اور رخصت امر جزئی کی طرف راجع ہے جو بعض معذور مکلفین کے لحاظ سے ہے اور بعض حالات و بعض اوقات کے لحاظ سے ہر حالت اور ہر وقت میں ہر کسی کے لیے نہیں ہے گویا کہ وہ ایک عارض ہے جو کلی پر طاری ہوتا ہے (یعنی کلی حکم کے لیے وقتی مانع ہے)۔

والقاعدة المقدرة فی موضعھا انہ اذا تعارض امر کلی و امر جزئی فالکلی مقدم لان الجزئی یقتضی مصلحة جزئیة والکلی یقتضی مصلحة کلیة الخ

ترجمہ: اور یہ قاعدہ متعین ہو چکا ہے کہ جب کلی اور جزئی کا تعارض ہو تو کلی پر عمل کرنا مقدم ہوتا ہے کیونکہ جزئی مصلحت جزئیہ کا تقاضا کرتی ہے اور کلی مصلحت کلیہ کا تقاضہ کرتی ہے نیز مصلحت جزئی کی خرابی سے نظام عالم میں جزئی فساد آتا ہے اور مصلحت کلی کی خرابی سے نظام عالم میں کلی فساد آتا ہے اور ظاہر ہے کہ کلی نظام کی اصلاح کو مقدم رکھا جائے گا: اور وہ صرف عزیمت پر عمل کرنے سے ممکن ہو سکتا ہے[1]

وجہ ثالث مقتضی امر و نہی وجوب ہے (شارع کے امر و نواہی پر عمل کرنا واجب ہے) اور یہ مناسب نہیں ہوتا کہ میٹھا میٹھا ہڑپ ہڑپ کڑوا کڑوا تھو تھو۔ نیز اللہ تعالیٰ کو شیدائی پسند ہیں حلوائی پسند نہیں ہیں اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیئے وعدہ کو پورا کر دکھایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِذْ جَاۗءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ

---

[1] الموافقات ج اول ص ۳۲۳

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ الی قولہ من المؤمنین رجال صدقوا مَاعَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ[1]

ترجمہ: جب چڑھ آئے تم پر اوپر اور نیچے کی طرف سے اور پھرنے لگیں آنکھیں اور پہنچ گئے دل گلوں تک (الی قولہ تعالی من المؤمنین) یعنی ایمان والوں میں سے کتنے مرد ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا جس بات کا انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا پھر کوئی تو ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی منتظر ہے اور ایک ذرہ بھی نہیں بدلا۔ تاکہ بدلہ دے اللہ تعالی سچوں کو ان کے سچ کا۔

(۲)۔ ابن اسحاق نے روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ہو گیا تھا کہ عیینہ بن حصن اور اس کے ساتھیوں کو ایک تہائی مدینہ کے باغوں کی دے دیں تاکہ وہ واپس لوٹ جائیں اور حملہ نہ کریں مگر دونوں سعدوں[3] نے انکار کر دیا اور کہا۔

کنا نحن وھم علی شرک لا یطمعون ان یأکلوا منھا ثمرۃ الا بقری او بیع فحین اکرمنا اللہ بالاسلام واعزنا بک وبہ نعطیھم اموالنا - مالنا بھذا من حاجۃ واللہ ما نعطیھم الا السیف حتی یحکم اللہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم انت وذالک[2]

ترجمہ: ہم جب مشرک تھے تو اس وقت بھی وہ ہمارے پھل کھانے کی امید نہیں کر سکتے تھے (سوائے مہمان نوازی یا خرید وفروخت کے) اب تو ہمیں اللہ تعالی نے اسلام کا شرف بخشا ہے اور ہمیں آپ کی وجہ سے اور اسلام کی برکت سے عزت بخشی ہے ہم انہیں اپنے مال دے دیں یہ ہم سے نہیں ہو سکے گا اللہ کی قسم ہم تو انہیں تلوار کے سوا کچھ بھی نہ دیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالی ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ

---

[1] الاحزاب آیت ۱۰ - ۲۳ پ ۲۱

[2] زرقانی ج ۳ ص ۱۳۱

[3] سعد بن عبادہ رض و سعد بن معاذ رض۔

فرما دے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سعدان کی یہ بات سنی تو فرمایا (انت وذالك) تمہاری مرضی تم جانو اور وہ جانیں ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ نے ان حالات میں عزمیت پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی ۔

(۳) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد قبائل عرب زکوٰۃ سے منکر ہو گئے کچھ لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور چاروں طرف سے خطرات مدینہ پر منڈلانے لگے ۔ کچھ حضرات نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ جیش اسامہؓ کو روک لیں کیونکہ اس لشکر کی یہاں بھی ضرورت پڑ سکتی ہے مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس لشکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ کر چکے ہوں ابوبکر کی کیا مجال ہے کہ اس کو روکے ۔ ہم سب ختم ہو سکتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری کردہ فرمان کو نہیں روک سکتے ۔ دیکھو اس صورت میں بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عزمیت پر عمل کیا ۔

(۴) غزوۂ تبوک میں تین صحابہ کرام پیچھے رہ گئے تھے تو انہوں نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کوئی عذر بہانہ نہ بنایا بلکہ سچ سچ بول دیا اس سچ بولنے پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے ان پر تنگ ہو گئی انہوں نے سب مشقتیں برداشت کیں مگر جھوٹ نہ بولا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرماتے ہوئے ان کی مدح فرمائی ہے اور ان کو صادقین کا خطاب دیا کیونکہ انہوں نے بھی عزمیت پر عمل کیا رخصت پر نہیں کیا ۔

۵ ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابن الدغنہ کی پناہ کو پسند نہ کیا اسی طرح حضرت عثمان بن مظعونؓ نے بھی دخول مکہ کے لیے کسی کی پناہ کو پسند نہ کیا ۔ بلکہ حق پر قائم رہے اور ہمہ قسم کے شدائد و مصائب کو برداشت کیا ۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا : انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب ۔ یعنی اللہ تعالیٰ صابرین کو بے حساب اجر دے گا [۱]

---

[۱] الموافقات شاطبی ج اول ص ۳۲۷

(۶) وقال تعالیٰ: لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ[1]

ترجمہ: البتہ تمہاری آزمائش ہوگی مالوں اور جانوں میں اور البتہ سنو گے تم اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں سے بہت تکلیف دہ باتیں اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں۔

وجہ رابع اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کے ایسے مزاج بنائے ہیں کہ ان کی فطرت میں شجاعت اور حلم فطرت ثانیہ بن چکی ہوتی ہے اور مشقتوں کو برداشت کرنا ان کی عادت بن چکی ہوتی ہے: والمتعود لامر یسهل علیه ذلك الامر ما لا یسهل لغیره کان خفیفا فی نفسه او شدیدا فاذا اعتاد الترخص صارت کل عزیمة فی یده کالشاقة الحرجة[2]

ترجمہ: جو شخص کسی کا کام عادی ہو وہ کام اس کے لیے بہت آسان ہوتا ہے بنسبت دوسرے لوگوں کے خواہ وہ کام ہلکا ہو یا سخت۔ جب سے ترخص (رخصت) کی عادت ڈالی جائے گی تو الٹا عزیمت کا کام اس کے لیے مشقت اور حرج میں ڈالنے والا کام بن جائے گا۔

وجہ خامس نیز ایک کام کو انسان اپنے خیال میں شدید اور شاق سمجھتا ہے حالانکہ فی نفسہ وہ خفیف اور ہلکا ہوتا ہے۔ کیونکہ رخصت کے اسباب اکثر وہمی ہوتے ہیں: وکثیرا ما یشاهد الانسان ذلك فقد یتوهم الانسان الامور صعبة ولیست کذلك الا بمحض التوهم[3]

---

[1] آل عمران ۱۸۶

[2] الشاطبی الموافقات ج اول ص ۳۳۱

[3] ایضاً

ترجمہ: اور انسان اس کا اکثر مشاہدہ کرتا رہتا ہے کہ بعض اوقات انسان کسی امر کو صعب (مشکل اور سخت) سمجھتا ہے حالانکہ وہ محض اس کا وہم ہی ہوتا ہے۔

وجہ سادس ان مراسم الشریعۃ مضارۃ للھوی من کل وجہ کما تقرر فی کتاب المقاصد من ھذا الکتاب

وکثیرًا ما تدخل المشقات وتتزاید من جھۃ مخالفۃ الھوی واتباع الھوی ضد اتباع الشریعۃ الخ[1]

ترجمہ: شرعی احکامات و رسومات ہر لحاظ سے نفس و خواہش کے ضد ہیں جیسا کہ اس کتاب (الموافقات) کے باب المقاصد میں یہ بات بیان ہو چکی ہے اور بسا اوقات نفس کی مخالفت کے لیے امور شاقہ (سخت کام) کا حکم دیا جاتا ہے (تاکہ نفس کشی ہو) اور خواہشات کی اتباع شریعت کے اتباع کی ضد ہے: بلکہ نفس کی اتباع مذموم ہے کما قال تعالیٰ:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى[2]

ترجمہ: اور جو کوئی ڈرا اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونے سے اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ[3]

ترجمہ: اور اگر تو انکی خواہشات پر چلا بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو بیشک تو بھی ناانصافوں میں ہوا۔

---

[1] الشاطبی الموافقات ج اول ص ۲۳۲

[2] النازعات آیت ۴۰

[3] البقرہ آیت ۱۴۵

خلاصہ ان سب دلائل و توجیہات سے واضح ہوتا ہے کہ عزیمت پر عمل کرنا راجح اور اولیٰ ہے جیسے مشہور مقولہ ہے : جان جائے تو جائے مگر ایمان نہ جائے ۔

رخصت پر عمل کرنے کے ترجیحی وجوہات بعض ائمہ کرام رخصت پر عمل کو ترجیح دیتے ہیں ۔ اور اپنے نظریئے پر قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرتے ہیں ۔

دلیل اوّل رخصت بنسبت عزیمت کے اگرچہ جزئی ہے مگر یہ ایسی جزئی ہے جس کو کلی سے مستثنیٰ کیا گیا ہے تو یہ گویا خاص من العام کے باب سے ہوگیا ۔ یا مقید من المطلق کے قبیل سے ہوگیا ۔ اور اصول فقہ کی کتابوں میں موجود ہے کہ عام سے کوئی حکم خاص کرنا یا مطلق سے مقید کرنا جائز ہے ۔ اور وہ بھی فی نفسہٖ معتبر ہے لہ

دلیل دوم ومن احسن ما جاء فی مقاصد الشریعة قول ابن القیم ان الشریعة مبناها واساسها علی الحکم ومصالح العباد فی المعاش والمعاد وهی عدل کلها ورحمة کلها وحکمة کلها فکل مسئلة خرجت من العدل الی الجور وعن الرحمة الی ضدها وعن المصلحة الی المفسدة وعن الحکمة الی العبث فلیست من الشریعة ۔ ٢ہ

ترجمہ : مقاصد شریعت کے باب میں سب سے بہتر وضاحت وہ ہے جو ابن القیمؒ نے ان الفاظ میں کی ہے کہ شریعت کی اساس و بنیاد حکمت پر اور بندوں کے معاشی و معادی (دنیوی و اُخروی) مفادات پر قائم ہے شریعت کلیتہً عدل ، ہمہ تن رحمت اور سراپا حکمت ہے ۔ پس جو مسئلہ بھی عدل سے نکل کر ظلم کی طرف یا رحمت سے زحمت کی طرف ۔ یا صلاح سے فساد کی طرف ۔ یا حکمت سے

لہ الموافقات ج اول ص ۳۴۰

٢ہ فلسفة التشریع للمحامی صبحی المحصانی ص ۱۵۰ اعلام الموقعین لابن القیم ج ۳ ص ۱

نامعقولیت کی طرف جا رہا ہو وہ شریعت ہی نہیں اگرچہ اسے بدلائل (کھینچ تان کر) داخل شریعت کر لیا گیا ہو۔ شریعت تو اللہ کا ایک نظام عدل اور نظام رحمت ہے؛ جو اس کے بندوں اور اس کی مخلوقات کے درمیان رائج کر دیا گیا ہے۔ زندگی یا غذا۔ دوا ہو یا شفاء سب کا سرچشمہ شریعت ہے وجود میں جو خیر ہے وہ اسی سرچشمے سے ہے اور وجود میں ہر قسم کا نقصان شریعت ہی کو ضائع کرنے سے پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شریعت دے کر بھیجا ہے وہی قیام عالم کے لیے ستون ہے اور وہی دنیا و آخرت میں فلاح و سعادت کا مرکز ہے۔

اس سارے بیان سے واضح ہوا کہ شریعت کی وضع کا مقصد ہی مصالح عباد کی حفاظت ہے اور وہ صرف رخصت کے احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں نہ کہ عزیمت پر عمل کرنے سے۔

دلیل سوم شریعت کا مقصد رفع حرج ہے

ارشاد ربانی ہے:

لا اکراہ فی الدین[1]

ترجمہ: دین میں کوئی جبر نہیں۔

۲۔ وما جعل علیکم فی الدین من حرج[2]

ترجمہ: اور اللہ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

۳۔ ما کان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہ[3]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے لیے جو کچھ مقرر کیا ہے اس پر کسی قسم کی تنگی نہیں۔

۴۔ کتاب انزل الیک فلا یکن فی صدرک حرج منہ[4]

---

[1] البقرہ آیت

[2] الحج آیت ۷۸

[3] الاحزاب : ۳۸

[4] الاعراف : ۲

ترجمہ: آپ کی طرف یہ کتاب نازل کی گئی ہے تو اس کی وجہ سے آپ کے دل میں کوئی تنگی پیدا نہ ہونے پائے۔

ظاہر ہے جس قرآن کا مقصد ہی تنگی دل کو دور کرنا ہے اس سے تنگی پیدا ہونے کو کب روا رکھا جا سکتا ہے۔

یہ حرج کس طرح پیدا ہوتا ہے

جس حرج سے دین کو پاک رکھنے کا دعویٰ کیا گیا ہے اس کا سبب صرف ایک ہی ہو سکتا ہے یعنی بندوں سے ایسے مطالبات کئے جائیں جو اپنی دشواریوں، مشکلات اور گرانیوں کی وجہ سے ناقابل تحمل ہوں۔ ان ہی دشواریوں کو قرآنی اصطلاح میں "عسر" کہتے ہیں جس کی نقیض "یسر" ہے۔

عسر کی نفی

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے دشواری پیدا کرنا نہیں چاہتا۔

یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم پر تخفیف کرنا چاہتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

احادیث سے دلائل

۱۔ ما خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی امرین الا اختار ایسرھما مالم یکن اثما[3]

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ملا تو آپ نے ان میں سے آسان کو اختیار کیا بشرطیکہ گناہ والی شئے نہ ہو۔

۲۔ ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحرم حرمات اللہ فلا تنتھکوھا وحد حدودًا فلا تعتدوھا وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا[4]

---

[1] بقرہ آیت ۱۸۵ پ۲

[2] النساء ۲۸

[3] موطا امام مالک ج ۲ ص ۳۶۴ ابوداؤد ج ۳ ص ۵۲۶۔

[4] رواہ الدارقطنی ابن کثیر تحت آیت: مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب،

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں پس ان کو ضائع نہ کرو اور کچھ چیزیں حرام کی ہیں ان کی پردہ دری نہ کرو اور اس نے کچھ حدود مقرر کر دی ہیں لہذا ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کو اس نے بھول کے چھوڑ دیا ہے تم ان کی کرید نہ کرو۔

۳۔ وفیما روی عن ابن عباسؓ فی قصۃ بقرۃ بنی اسرائیل لو ذبحوا بقرۃ ما لاجزأتہم ولکن شددوا فشدد اللہ علیہم[1]

ترجمہ: قصّہ بقرہ (گائے کے ذبح کے واقعہ) میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل جو گائے بھی ذبح کر دیتے ان کے لیے کافی ہو جاتی لیکن انہوں نے شدّت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر شدت کر دی۔

۴۔ حدیث تبتّل: وہ تین اصحاب جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کم سمجھا اور کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مغفور و معصوم ہیں۔ اس لیے زیادہ عبادت کرنی چاہیے تو انہوں نے صیام النہار (ہمیشہ روزہ رکھنا) قیام اللیل (ہمیشہ رات کو عبادت کرنا) اعتزال النساء (عورتوں سے علیحدہ رہنا) کی قسمیں کھائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصّہ کے انداز میں فرمایا: انتم الذین قلتم کذا وکذا اما واللہ انی لاخشاکم للہ و اتقاکم لہ ولکننی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی[2]

کیا تم نے یہ باتیں کی ہیں۔ خدا کی قسم میں بنسبت تمہارے اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں۔ پس جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔

۵۔ خذوا من العمل ما تطیقون فان اللہ لن یملّ حتی تملوا (رواہ مسلم)

ترجمہ: وہی عمل کرو جو تمہاری طاقت میں کیونکہ اللہ تعالیٰ اجر دینے سے نہیں تھکے گا تم عمل کرنے سے تھک جاؤ گے۔

---

[1] روح المعانی ج ۱ ص ۲۳۸

[2] الموافقات ج اول ص ۲۴۳

۶ ۔ وفی المسند وصحیح ابن حبانؒ ابن عمرؓ مرفوعًا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحب ان تؤتی رخصۃ کما یکرہ ان تؤتی معصیۃ وفی لفظ احمد من لم یقبل رخصۃ اللہ کان علیہ اثم مثل جبال عرفۃ[۱]

ترجمہ : مسند احمد و صحیح ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعًا مذکور ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ رخصت پر عمل کرنے کو پسند کرتا ہے جیسے کہ گناہ پر عمل کرنے کو ناپسند کرتا ہے اور فرمایا کہ جو شخص رخصت کو قبول نہیں کرتا اس پر عرفات کے پہاڑوں کے برابر گناہ ہوگا۔

۷ ۔ ایک شخص نے منت مانی کہ میں دھوپ میں کھڑا ہو کر روزہ پورا کروں گا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا اس کو کہو روزہ تو پورا کرے مگر سائے میں بیٹھ جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عذاب نفس کے لیے شریعت کو نہیں بنایا۔

دلیل چہارم شریعت میں تیسیر ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکام کو ہدایات دیتے تو فرماتے :

(۱)۔ بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَيَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا[۲]

ترجمہ : بشارتیں سنانا متنفر نہ کرنا اور نفاذ احکام میں آسانی پیدا کرنا تنگی نہ کرنا۔

(۲) ۔ ان دِيْنَ اللهِ يُسْرٌ ۔

ترجمہ : بیشک اللہ کا دین آسان ہے۔

(۳) ۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں جماعت میں اس لیے شامل نہیں ہوتا کہ امام صاحب طویل نماز پڑھاتا ہے تو آپ نے فرمایا ان منكم منفّرين بعض تم میں سے ایسے ہیں جو لوگوں کو شریعت سے متنفر کرتے ہیں جب بھی کوئی امامت کرے تو مختصر نماز پڑھائے

---

[۱] مسند احمد ج ۷ ص ۳۳۸ زاد المسیر ج ۲ ص ۲۸۸

[۲] مشکوٰۃ شریف ج اول ص ۳۲۳ ۔

یہی نصیحت آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی فرمائی [1]

اقسام رخصت اور ان کا حکم

رخصت کی خصوصی اقسام دو ہیں: (۱) رخصت حقیقی۔ (۲) رخصت مجازی اور ان میں سے ہر ایک کی دو دو اقسام ہیں: یوں رخصت کی کل چار قسمیں بن گئیں: (۱) رخصت حقیقی اور اولیٰ۔ (۲) رخصت حقیقی غیر اولیٰ۔ (۳) رخصت مجازی اتم۔ (۴) رخصت مجازی غیر اتم۔

قسم اوّل رخصت حقیقی اولیٰ کی تعریف

فاما احق نوعیی الحقیقة فما استبیح مع قیام المحرم وقیام حکمه جمیعا: مثل اجراء المکره بما فیه الجاء کلمة الشرك علی لسانه [2]

ترجمہ: رخصت حقیقی اولیٰ وہ امر ہے جس میں مُحَرِّم (دلیل حرمت) اور حکم (حرمت) دونوں کے پائے جانے کے باوجود مباح قرار دیا گیا ہو۔ جیسے مومن کو کلمہ کفر اور کلمہ شرک زبان سے نہ نکالنے پر جان لے لینے کی یا کسی عضو کے تلف کرنے کی دھمکی دی جائے۔ یعنی اسے مجبور کیا جائے کہ اگر تو نے کلمہ کفر نہ کہا یا رمضان شریف کا روزہ نہ توڑا یا دوسرے کے مال کو نہ جلایا (ہلاک نہ کیا) یا تو تبلیغ حق نہ چھوڑے گا تو ہم تجھے قتل کر دیں گے یا تیرا کوئی عضو (ہاتھ پاؤں) کاٹ دیں گے۔
یا مضطر (بھوک کی حالت میں) نے غیر کا مال کھا لیا یا حرام کردہ جانوروں کا گوشت کھا لیا۔

حکم اس صورت میں جان کی حفاظت کے لیے کلمہ کفر زبان پر جاری کرنے سے کوئی حرج نہیں جبکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔ اسی طرح روزہ توڑنا یا دوسرے کے مال

---

[1] الموافقات شاطبی ج ۲ ص ۹۳

[2] حسامی مع النظامی ص ۶۱۔

کو ہلاک کرنا یا بھوک کی حالت میں حرام جانور کا گوشت کھا لینا کی رخصت ہے۔ لیکن اگر عزیمت پر عمل کرنے تو اولی ہے اگرچہ جان بھی چلی جائے۔

آیات اضطرار کی تشریح اور مذاہب فقہاء کرام

۱۔ انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم [۱]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار، خون، سور کے گوشت، اور ہر اس چیز کو حرام کیا ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔ ہاں جو انتہائی مجبور ہو جائے بشرطیکہ نہ تو چاہت اور رغبت رکھتا ہو اور نہ حد ضرورت سے تجاوز کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

۲۔ فمن اضطر فی مخمصة غیر متجانف لاثم فان اللہ غفور رحیم [۲]

ترجمہ: (مذکورہ چیزیں تم پر حرام ہیں) ہاں جو بھوک میں انتہائی مجبور ہو جائے مگر اس کا میلان گناہ کی طرف نہ ہو تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی کی تشریح

ای دعتہ الضرورة الی اکل ما حرم علیہ فی مخمصة ای مجاعة غیر متجانف لاثم قال ابن القتیبة غیر مائل الی ذلک وقال ابن عباس والحسن والمجاھد غیر معتمد لاثم [۳]

---

[۱] آیت ۱۶ - ۱۱۵

[۲] مائدہ آیت ۳ - ۶

[۳] زاد المسیر ابن جوزی قرشی ج ۲ ص ۲۸۸

ترجمہ: یعنی ضرورت انتہائی بھوک کی حالت میں حرام کردہ اشیاء کھانے پر مجبور کرے تو ان کا کھا لینا جائز ہے بشرطیکہ گناہ کی طرف میلان نہ ہو ابن قتیبہ کہتے ہیں غیر مُتَجَانِفٍ کا معنی ہے غیر مائل (یعنی اس کی طرف طبعًا میلان نہ ہو) حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت حسن اور حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ غَيْرُ مُتَجَانِفٍ کا معنی ہے غَيْرُ مُعْتَمِدٍ (یعنی گناہ کا قصد نہ ہو) تو اکل حرام جائز ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

قوله فمن اضطر اى فمن احتاج الى تناول شئ من هذه المحرمات التى ذكرها الله لضروره الجأته الى ذلك فله تناوله والله غفور رحيم لانه تعالى يعلم حاجة عبده المضطر و افتقاره الى ذالك فيتجاوز عنه الخ[له]

ترجمہ: فمن اضطر کا مطلب ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی ان ذکر کردہ محرمات اشیاء کی طرف کھانے کے لیے مجبور اور لاچار ہو تو اس کے لیے تناول جائز ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے کیونکہ وہ اپنے مجبور اور محتاج بندے کی حاجت کو جانتا ہے لہذا اس سے تجاوز کرے گا اور اسے بخش دے گا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا ذکر کیا ہے جن کا کھانا حرام ہے لیکن جب حاجت اضطرار ہو تو ان کو کھانا جائز ہے شرطیں صرف دو ہیں (۱) عدم رغبت۔ (۲) عدم تجاوز عن الحد (حد سے تجاوز نہ کرے) "غَيْرَ بَاغٍ" کا مفہوم ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس میں کوئی چاہت اور رغبت نہ ہو کہ مزے لے لے کر کھاتا رہے بلکہ باوجود اس جواز کے اندر سے کراہت اور نفرت کا جذبہ ہونا چاہیے اور "وَلَا عَادٍ" کا مفہوم یہ ہے کہ اگر چھٹانک بھر میں جان بچ سکتی ہو تو پاؤ بھر نہ اڑایا جائے اگر ان دونوں شرطوں کا خیال نہ رکھا گیا تو تجانف للاثم ہوگا (میلان گناہ) غرض اضطرار کی حالت میں وہ عام قانون ٹوٹ جاتا ہے اور ایک اچھے مقصد کے لیے اس

له تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۴۔ تفسیر جامع البیان لابی جعفر محمد بن جریر طبری تفسیر کبیر للفخر الدین رازی ج ۵ ص ۲۴۔

میں خاصی رعایت وسہولت دی جاتی ہے سہولت بھی ایسی کہ حرام شئ کو بقدر ضرورت اور بوقت مجبوری حلال کر دیا جاتا ہے اگر مجبوری میں بھی وہی حکم رکھا جاتا تو یہ تکلیف مالایطاق ہوتی۔

اضطرار کی دوسری وجوہ

آیت نمبر ۲ میں فی مخمصۃ کے لفظ نے خاص طور پر بھوک کی نشاندہی کر دی ہے۔ یعنی جب بھوک اس حد تک پہنچ جائے کہ خوف ہلاکتِ جان ہو۔ تو حرام شئ بقدر ضرورت حلال ہو جاتی ہے لیکن خوف ہلاکت صرف بھوک ہی کے ساتھ خاص نہیں دوسری وجوہ بھی ایسی ہو سکتی ہیں جو خوف ہلاکت پیدا کر دیں۔

ایک اصول

در اصل ان آیات سے ایک اصول مستنبط ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب بھی ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ فرد یا قوم کی جان پر بن آئے اور خیر کا پہلو کسی اصول کو عارضی طور پر ترک کر دینے ہی میں ہو تو اسے بقدر ضرورت ترک کر دیا جا سکتا ہے اس کی مثال قرآنِ مجید سے دیکھئے:

مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِہٖ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ وَلٰکِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْھِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰہِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ[1]

ترجمہ: جو شخص ایمان لا چکنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے بجز اس کے کہ اس کے ساتھ جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو مگر وہ شخص جو شرح صدر کے ساتھ کفر کرے تو ان پر غضب خدا ہے اور انہیں کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح

اللہ سبحانہ وتعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان کے بعد کفر کریں دیکھ کر اندھے ہو جائیں پھر کفر پر ان کا سینہ کھل جائے یعنی مرتد ہی رہے تو ان پر بڑا عذاب ہے مگر وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا لیکن ان کا دل ایمان پر مطمئن ہے جیسے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ وغیرہ کہ ان کو قابل برداشت حد تک ایذائیں پہنچائی گئیں۔ اور زبان سے کلمہ کفر نکل گیا مگر دل ایک لحظہ کے لیے بھی متزلزل نہ ہوا۔[2]

---

[1] النحل آیت ۱۰۶ پ ۱۴ [2] تفسیر ابن کثیر ج ص ۵۹

دوسری حقیقت دوسری حقیقت اس اصول میں قابل لحاظ یہ ہے کہ اضطرار کوئی مزاق نہیں کہ ہر معمولی الجھن کو اضطرار قرار دے کرنا جائز کو جائز کر لینے کا بہانہ بنا لیا جائے۔

اضطرار دراصل اذیت یا الجھن کا وہ آخری اسٹیج ہوتا ہے جس سے رہائی کی اور کوئی صورت بجز اس کے نہیں کہ اس سے تعلق رکھنے والا اصول عارضی طور پر ترک کر دیا جائے۔ نہ ہر اذیت اضطرار ہے اور نہ ہر ناجائز کام اس کا علاج۔ بلاشبہ اب تک کوئی آلہ یا میٹر ایسا ایجاد نہیں ہوا ہے جو یہ معلوم کر سکے کہ آیا کوئی اذیت اضطراب کی ڈگری پر پہنچ گئی ہے یا نہیں۔ اس کا صحیح فیصلہ انفرادی معاملے میں خود فرد کرے گا اور اجتماعی امور میں نمائندہ جماعت یہی وہ مقام ہے جہاں اِستَفتِ قلبک کا اخلاقی و روحانی اصول کارفرما ہوتا ہے اور یہی مومن و منافق اور صادق و کاذب کے درمیان خط امتیاز کھینچتا ہے۔

ایک اور نکتہ ایک اور نکتہ بھی اس سلسلے میں قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ نرے قانونی دباؤ سے کبھی دنیا میں اصلاح نہیں ہوئی۔ زندگی کے بیسیوں گوشے ایسے ہیں جو قانون کی گرفت سے قطعاً باہر ہیں۔ افکار اور نیات وارادات پر کسی قانون کی کبھی گرفت قائم نہیں ہو سکی ہے تنہائی، تاریکی اور پوشیدگی میں کون سا قانون دار و رسن لیے کھڑا ہے۔ ایک مملکت کی حدود سے باہر اس کے کس قانون کی رسائی ممکن ہے ایسے تمام مواقع پر ضمیر انسانی پر کنٹرول قائم رکھنے والی قوت کچھ اور ہوتی ہے وہ قانونی دباؤ سے بہت بالاتر ہوتی ہے قانون اس پر حکمران نہیں ہوتا بلکہ وہ قانون پر حکمرانی کرتی ہے اس قوت پر جو قانون فرمانروائی کرتا ہے وہ صرف قانون اخلاق ہے اقدار عالیہ کا صحیح عرفان ہے، انسانیت یا خدا ترسی ہے۔

تیسرا نکتہ تیسری ضروری بات جو اس سلسلہ میں یاد رکھنی ضروری ہے کہ حالت اضطرار میں دو قدغنیں (پابندیاں) لگائی گئیں ہیں۔ پہلی "غیر باغ" کی دوسری "ولا عادٍ" کی یعنی کوئی حکم توڑتے وقت لذت و رغبت محسوس نہیں ہونی چاہیے بلکہ جس طرح زخم پر نشتر لگوایا جاتا ہے لیکن طبیعت میں اس سے گریز ہوتا ہے اسی طرح یہ اصول شکنی بھی محض اس لیے کی جائے کہ اس کے سوا چارہ کار نہیں نیز اصول کی جتنی کم سے کم مقدار شکستگی میں کام چل سکتا ہو اس سے زیادہ مقدار کو کام میں نہ لایا جائے

ورنہ ظاہر ہوگا کہ اس شخص کو محبت اصول سے نہیں ہے بلکہ اصول شکنی سے ہے۔
یہ شرطیں اس لیے لگائی گئی ہیں کہ کوئی شخص حالتِ اضطرار سے غلط فائدہ نہ اٹھا سکے۔

چوتھا نکتہ

چوتھا ضروری نکتہ یہ ہے کہ حالت اضطرار میں اصول شکنی کی یہ مشروط اجازت ہر ہر مرحلہ زندگی پر اتنی عام نہیں کہ ہر چھوٹی بڑی زد سے بچنے کے لیے اور ہر نیک اور بد مقصد کو پورا کرنے کے لیے قانون اضطرار کی آڑ کو اصول زندگی بنا لیا جائے۔

بہر حال اصول شکنی کے لیے ضروری ہوگا کہ اس کے مقابلے میں مقصد اعلیٰ اور اہم ہو اور وُہ ہے صرف جان کا بچانا اور بس[1]

مُکرَہ کے متعلق فقہاء کے اقوال

مُکرَہ، جس پر اکراہ (جبر) کیا گیا ہو یعنی اس کو مجبور کیا گیا ہو کسی ایسے کام پر جس کا وہ ارادہ نہیں رکھتا۔ اگر اس پر جبر نہ کیا جاتا تو وہ اس کو نہ کرتا۔

اکراہ کی اقسام

وھو ای الاکراہ علی ثلثۃ اقسام لانہ اما ان یعدم الرضا ویفسد الاختیار وھو الملجئ ای الاکراہ الملجئ بما یخاف علی نفسہ او عضو من اعضائہ بان یقول ان لم تفعل کذا لاقتلنک او لاقطعنک یدک فح ینعدم رضاءہ ویفسد اختیارہ البتۃ او یعدم الرضا ولا یفسد الاختیار وھو الاکراہ بالقید او الحبس[2]

ترجمہ: اکراہ (جبر) کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) اکراہ ملجئ یعنی رضا مندی معدوم اور اختیار فاسد ہو جائے۔ ملجئ کے معنی ہیں قطعی مجبور ہو گیا مثلاً مجبور کر دیا گیا کہ اگر تو نے اس کام کو نہ کیا تو میں تجھ کو قتل کر دوں گا یا تیرا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ (۲) رضا مندی معدوم اور اختیار فاسد نہ ہوا ہو۔ جیسے کسی کو مجبور کیا گیا کہ اگر تو نے اس کام کو نہ کیا تو تجھے قید کر دوں

---

[1] محمد جعفر پھلواروی آسان دین ص ۸۶

[2] مشکوٰۃ الانوار شرح نور الانوار ج ۵ ص ۱۸۱۔

گا یا تجھے سخت مار پڑے گی مگر اس میں جان کے ہلاک ہونے کا اندیشہ نہیں ۔ اس صورت میں اختیار باقی رہ جاتا ہے لیکن وہ اس پر راضی نہیں ہے کہ یہ کام کرے ۔ (۳) نہ تو رضامندی معدوم ہوئی اور نہ اختیار فاسد ہوا یعنی اس کو دھمکی دی گئی کہ اگر تو نے یہ کام نہ کیا تو تیرے والدین کو یا تیرے بیٹے کو قید کر لیا جاوے گا ۔ اس صورت میں رضامندی اور اختیار دونوں باقی ہیں ۔

ان تینوں قسموں کا حکم

اکراہ پر عمل کرنا چار قسم پر ہے بعض صورتوں میں فرض ہے مثلاً ایک شخص کو مردار کے کھانے پر مجبور کیا گیا جان کے ہلاک کر دینے کی دھمکی کے ساتھ چونکہ اس نے اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالدیا اس وجہ سے گناہ گار ہوگا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة [۱]

ترجمہ : اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو ۔

(۲) اور بعض مواقع میں عمل کرنا حرام ہے مثلاً زنا یا قتل نفس (خودکشی) پر مجبور کیا یا کسی دوسرے کو قتل کرنے پر مجبور کیا تو یہ عمل حرام ہے خواہ یہ اکراہ (جبر) ملجئ ہو ۔ (۳) اور بعض مواقع میں مباح ہے مثلاً ایک شخص پر جبر کیا گیا کہ وہ روزہ توڑ دے ورنہ قتل کر دیا جائے گا تو اس کے لیے روزہ توڑنا مباح ہے (۴) بعض مواقع میں عمل کرنا رخصت کا درجہ ہے مثلاً کلمہ کفر زبان پر جاری کرنا جبکہ اکراہ ملجی ہو ۔

مجبور حرام کتنا کھا سکتا ہے

قال الشافعی وابو حنیفة لا یاکل المضطر من المیتة الا قدر ما یمسك رمقه وقال الحسن للعنبری یاکل منها ما یسد جوعه وعن مالك یاکل منها حتی یشبع ویتزود فان وجد عنها غنی طرحها والا قرب قول الاول لان سبب الرخصة اذا کان الالجاء فمتی ارتفع الالجاء ارتفعت الرخصة [۲]

ترجمہ : امام شافعی و امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں مضطر (مجبور) صرف اتنا

---

۱ البقرہ

۲ تفسیر کبیر للفخر الدین الرازی ج ۵ ص ۲۶

حرام کھا سکتا ہے جس سے زندگی بچ سکے اور امام حسن عنبری فرماتے ہیں اتنا کھا سکتا ہے کہ بھوک ختم ہو جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پیٹ بھر کر کھا سکتا ہے اور توشہ سفر بھی بنا سکتا ہے اگر راستے میں ضرورت پڑے تو کھائے ورنہ پھینک دے۔ ان سب اقوال میں قول اول زیادہ درست ہے۔ کیونکہ سبب رخصت الجاء (مجبوری) ہے جب مجبوری ختم تو رخصت ختم۔

نیز امام شافعیؒ یہ بھی فرماتے ہیں اس سفر میں مجبوری کا اعتبار ہوگا جو عمل صالح کے لیے ہے اگر سفر معصیت ہے تو مجبوری کا اعتبار نہیں ہے یعنی حرام چیز نہیں کھا سکتا۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں سفر طاعت و سفر معصیت رخصت میں برابر ہے۔ کیونکہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد کا سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ مطلقاً اضطرار مراد ہے۔ خواہ کسی حالت میں بھی مجبور ہو ہاں کھانے میں ضرورت سے زیادہ کھائے گا تو پھر گناہ گار ہوگا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر ہم سفر بالمعصیت (گناہ کا سفر) میں بھی اجازت دے دیں تو پھر یہ گناہ پر تعاون کرنا ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا بِالْاِثْمِ۔ گناہ کا تعاون نہیں کرنا چاہیے [1]

علاج بالمحرّمات فقہاء نے ضرورت کی بنا پر از راہ علاج حرام اشیاء کے استعمال کو درست قرار دیا ہے۔ اور قرآن و حدیث کی بھی بعض تصریحات سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ علاج اصحاب عرینہ کو اونٹ کا پیشاب پینے کی اجازت دے دی تھی حضرت ابوجحفہ کو سونے کی ناک بنانے کا حکم دیا جو مردوں کے لیے حرام ہے۔

فقہاء احناف بالخصوص متاخرین نے علاج بالحرام کی اجازت دی ہے بالخصوص خون کے سلسلہ میں فتاویٰ عالمگیری میں تصریح موجود ہے۔

یجوز للعلیل شرب الدم والبول واکل المیتة للتداوی اذا اخبره طبیبٌ مسلم ان شفاءهٗ فیه [2]

---

[1] تفسیر کبیر للفخر الدین الرازی ج ۵ ص ۲۶

[2] فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۱۱۲

ترجمہ: بیمار کو ازراہ علاج مردار کھلانا اور خون وپیشاب پلانا جائز ہے بشرطیکہ کوئی مسلمان طبیب اطلاع دے کہ اس میں شفا ہے اور وہ کوئی دوسری مباح چیز نہ پائے۔

(٢) ولا بأس بان یسعط الرجل بلبن امرأة ویشربه للدواء [١]

ترجمہ: اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ازراہ علاج آدمی کی ناک میں عورت کا دودھ ڈالا یا پلایا جائے۔

الکحل میں ملی ہوئی دواؤں کا استعمال

یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ الکحل شراب اور ایک نشہ آور چیز ہے۔ اور اسلیے حرام ہے شراب کا پینا سخت گناہ اور باعث عذاب ہے۔ اس لیے محض لذت یا حسن وجمال میں اضافہ یا قوت میں اضافہ کے لیے الکحل ملی مشروبات کا استعمال درست نہیں۔ صرف دوا و علاج کی غرض سے بوجہ مجبوری جبکہ اسکی متبادل کوئی اور دوا موجود نہ ہو تو ازروئے اصول۔ اَلضَّرُوراتُ تُبِيحُ الْمَحْظُورَاتِ (ضرورت ومجبوری ممنوع کاموں کو جائز کردیتے ہیں) الکحل ملی دواؤں کا استعمال جائز ہوگا۔

شُربُ الْبَنْجِ لِلتَّدَاوِیْ لَاَبَاسَ بِهِ [٢]

ترجمہ: ازراہ علاج بھنگ پینے میں کوئی حرج نہیں۔

رخصت کی دوسری قسم رخصت حقیقی غیر اولیٰ

واما الثانی فیما یستباح مع قیام السبب وتراخی حکمه۔ کفطر المریض والمسافر یستباح مع قیام السبب وتراخی حکمه فیهما الی اٰخره [٣]

ترجمہ: وہ امور جنکو سبب (دلیل) کے ہوتے ہوئے حکم کے مؤخر ہونے کی وجہ

---

[١] عالمگیری ج ۴ ص ١١٢ جدید فقہی مسائل ج اول ص ٢٠٥ آلات جدیدہ کے شرعی احکام مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ ص ١٨٠ احکام القرآن لابن العربی ج اول ص ٢٦

[٢] خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ٢٠۴

[٣] حسامی ص ٦٢

سے مباح قرار دیا گیا ہو جیسے کہ مریض اور مسافر کے حق میں روزہ کہ رمضان فرضیت کا سبب موجود ہوتا ہے مگر ان کے حق میں عذر سفر و مرض کی وجہ سے فرضیت مؤخر ہوتی ہے حتی کہ جب سفر و مرض ختم ہو جائے اور قضا کا موقع ملے تو ان پر ادائیگی فرض ہوتی ہے لیکن ان کے حق میں روزہ رکھنا ہی بہتر ہے بشرطیکہ اس کی وجہ سے ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو ورنہ رخصت پر عمل جائز نہ ہوگا۔

حکم

وحکمه ان الصوم افضل عندنا لکمال سببه وتردد فی الرخصة فالعزیمة تؤدی معنی الرخصة الی آخره[۱]

ترجمہ: اس کا حکم یہ ہے کہ روزہ رکھنا افضل ہے ہمارے نزدیک (احناف کے نزدیک) کیونکہ سبب کامل ہے اور رخصت میں تردد ہے تو عزیمت رخصت کا معنی ادا کر دیتی ہے یعنی عزیمت پر عمل بہتر ہے بشرطیکہ ہلاکت جان کا باعث نہ بنے اگر ہلاکت جان کا خطرہ ہو تو عزیمت پر عمل جائز نہ ہوگا۔

ارشادِ ربانی ہے:

فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر[۲]

ترجمہ: تم میں سے جو کوئی مریض ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزے پورے کرے۔

سفر کی تعریف اور اس احکام

شیخ احمد المعروف ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کی وضاحت کرتے ہوئے تفصیلی روشنی ڈالی ہے فرماتے ہیں:

والسفر هو الخروج الممتد عن موضع الاقامة علی قصد السیر وادناه ثلثة ایام الخ[۳]

---

[۱] حسامی ص ۶۲

[۲] بقرہ پ۲ آیت ۱۸۴۔

[۳] مشکوٰۃ الانوار شرح نور الانوار ج ۵ ص ۱۷۷

ترجمہ: سفر اس طویل سیر کو کہتے ہیں جو اپنے مقام اقامت سے بالقصد و بالارادہ ہو۔ اور کم از کم اتنا سفر ہو کہ وہاں تک تین دنوں میں پہنچ سکتا ہو۔ تو اس سفر سے احکام بدل جاتے ہیں نماز میں قصر کی رخصت اور روزہ میں افطار کی رخصت حاصل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ سفر اسباب مشقت میں سے ایک سبب ہے۔ خواہ مشقت ہو یا نہ ہو تاہم مطلقاً سفر کو قائم مقام مشقت کے سمجھ لیا گیا ہے۔ بخلاف مرض کے کہ وہ مختلف نوع کا ہوتا ہے بعض مرض روزہ کے لیے مضر ہوتے ہیں اور بعض مرض نہیں ہوتے۔ لہٰذا مرض میں رخصت کا تعلق نفس مرض سے نہ ہوگا بلکہ جو مرض روزہ کو ضرر دے گا وہ تخفیف کا سبب قرار پائے گا جس کا اندازہ طبیب حاذق کی رائے سے ہوگا۔ یا تجربہ اور غلبہ ظن بھی معتبر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا سفر کا یہ اثر ہوگا کہ چار رکعت والی نمازیں قصر (دو رکعت) ہے اور روزہ کے وجوب میں تاخیر ہوگی اور یہ تاخیر دوسرے زمانہ تک کے لیے ہے البتہ سفر کا یہ اثر نہ ہوگا کہ نفس روزہ کو ہی ساقط کر دے بلکہ اس رخصت کے باوجود وہ اگر روزہ رکھے تو روزہ رکھنا درست ہوگا اور فرض ساقط ہو جائیگا البتہ نفس پر ضرر کا اندیشہ ہے تو افطار اولیٰ ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔ (۲) احناف کے نزدیک نماز کے حق میں اختیار نہ ہوگا۔ بلکہ قصر پر عمل ضروری ہوگا بوجہ نص کے۔ (یعنی حدیث شریف کی وجہ سے)۔

حدیث عن عمرؓ انه قال أنقصر الصّلوة ونحن آمنون فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم هذه صدقة تصدق الله بها علیکم فاقبلوا صدقته[۱]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم امن کی حالت میں بھی قصر کریں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ تم اس کے عطیہ کو قبول کرو۔

---

[۱] حسامی ص ۶۴

ایک مسئلہ بعض حضرات کا قول ہے کہ ایک شخص نے صبح اس حالت میں کی کہ وہ روزہ دار ہے اس کے بعد اس نے سفر کا ارادہ کر لیا تو اس کے لیے افطار مباح نہ ہوگا کیونکہ جب اس نے روزہ کی ابتداء کر دی تو وجوب اس پر مقرر ہو چکا۔ تخفیف کا حکم شروع کرنے سے قبل کا تھا۔ اور نہ کوئی ضرورت ایسی ہے جو اسے مجبور کرتی ہے افطار کے لیے۔ بخلاف مرض کے کہ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر روزہ کی نیت کر لی اور مرض شروع ہو گیا اس نے نفس پر مشقت کو ڈال دیا تو مرض کی شدت کی وجہ سے افطار مباح ہے کیونکہ مرض ایک سماوی حکم ہے جس میں بندہ کو کوئی اختیار نہیں[1]

رخصت کی تیسری قسم رخصت مجازی اتم وھو ما استبیح مع قیام المحرم وحکمہ[2]

ترجمہ: جسکو مُحرّم اور اسکے حکم (حرمت) کے باوجود مباح قرار دیا گیا ہو۔

یعنی وہ اُمور جن میں مجاز رخصت ہونے کی شان بدرجہ اتم پائی جاتی ہے حقیقی رخصت نہیں اسلیے کہ انکی مشروعیت کسی کے حق میں باقی نہیں رہتی۔

اس قسم کا حکم رخصت پر عمل ضروری ہوگا اسلیے کہ عزیمت مشروع ہی نہیں ہوئی۔

مثال: گذشتہ شریعتوں کے وہ تمام احکام جو اُمت محمدیہ کے حق میں منسوخ کر دیے گئے جیسے کہ مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ نماز کا جائز نہ ہونا۔ ہمارے حق میں منسوخ ہو چکا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَيَضَعُ عنهم إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كانت عليهم[3]

ترجمہ: اور وہ اس بوجھ سے لوگوں کو نجات دلائے گا جسکے نیچے وہ دبے ہونگے اور پھندوں اور جکڑبندیوں سے نکالے گا جن میں وہ گرفتار ہونگے۔

حدیث شریف عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أُعطيت خمسًا لم يعطهن احد قبلی نصرت بالرعب

---

[1] مشکوٰۃ الانوار ج ۵ ص ۱۷۸

[2] حسامی ص ۶۲

[3] الاعراف آیت ۱۵۷

مسیرۃ شہر وجعلت لی الارض مسجداً وطہورا فایّما رجل من امتی ادرکتہ الصلوۃ فلیصل واحلت لی الغنائم ولم تحل لاحد قبلی واعطیت الشفاعۃ وکان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ متفق علیہ[1]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو نہیں ملیں (۱) مجھے ایک ماہ کی مسافت سے رعب عطا کیا گیا۔ (۲) اور میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاک بنا دی گئی جہاں بھی میرے امتی کو نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لے۔ (۳) اور میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا۔ مجھ سے قبل کسی امت کے لیے حلال نہ تھا (۴) مجھے شفاعت کبریٰ کا حق دیا گیا ہے۔ (۵) مجھ سے پہلے نبی خاص طبقوں کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے اور مجھے تمام انسانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اس حدیث شریف میں بھی چند چیزیں مذکور ہیں جو اس امت کو ملی ہیں وہ سابقہ اُمتوں کے لیے نہ تھیں۔

اس آیت کی روشنی میں دس چیزیں گذشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہ سب رخصتیں ہیں جو اس امت کو ملی ہیں۔

رخصت کی چوتھی قسم رخصت مجازی غیر اَتَم

واما النوع الرابع فما سقط عن العباد مع کونہ مشروعاً فی الجملۃ کا العَینیّۃِ المشروطہ فی البیع سقط اشتراطھا فی نوع منہ اصلاً وھو السلم الخ[2]

ترجمہ: چوتھی قسم وہ امور ہیں جو باوجود مشروع ہونے بعض اشخاص سے ساقط ہو جائیں۔

---

[1] مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۱۲

[2] حسامی مع النظامی ص ۶۳ توضیح والتلویح ص ۱۵

مثال اس کی مثال یہ ہے کہ بیع میں مبیعہ کا معین ہونا ضروری اور شرط ہوتا ہے لیکن بعض انواع (جیسے بیع سلم) میں یہ شرط ساقط ہو جاتی ہے۔(۲) اسی طرح شراب اور مردار کی حرمت بھی مُکرَہ (مجبور) اور مضطر (لاچار) کے حق میں ساقط ہو جاتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ کی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کر لیا گیا ہے۔(۳) اسی طرح مدت مسح میں پاؤں کا دھونا ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ حدیث اس کے پاؤں میں سرایت نہیں کرتی۔(۴) اسی طرح نماز میں قصر مسافر کے حق میں رخصت ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رخصت حقیقیہ ہے؟

اس قسم کا حکم اس قسم کا حکم یہ ہے کہ جن کے حق میں رخصت ہے ان کا رخصت پر عمل کرنا لازم ہے لے

وجہ تسمیہ پہلی دو قسموں کو رخصت حقیقی اس لیے کہا گیا ہے کہ ان دونوں میں عزیمت میں مشروعیت باقی رہتی ہے اور ان میں پہلی اولیٰ کہلاتی ہے کہ اس میں مطلقاً عزیمت پر عمل بہتر ہے۔ اور دوسری غیر اولیٰ اس لیے کہلاتی ہے کہ اگر جان کے ضیاع کا خوف نہ ہو تو عزیمت پر عمل بہتر ورنہ رخصت پر عمل ضروری ہوتا ہے اور بعد کی دو قسموں کو رخصت مجازی اس لیے کہا گیا ہے کہ ان دونوں میں عزیمت کا پہلو مشروع نہیں رہتا پہلی ہر ایک کے حق میں ہے اس لیے اس کو اَتم کہا گیا ہے اور دوسری ان لوگوں کے حق میں جن کے لیے رخصت رکھی گئی ہے اس لیے اسکو غیر اتم کہا گیا ہے؟

رخصت و اباحت میں فرق والفرق بين الاباحة والرخصة ان فی الرخصة لايباح ذالك الفعل بان ترفع الحرمة بل يعامل معاملة المباح فی رفع الاثم وفی الاباحة ترتفع الحرمة ٢

لہ اصول فقہ مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی ص ۴۵

٢ مشکوٰۃ الانوار شرح نور الانوار ج ۵ ص ۱۸۲

ترجمہ: رخصت واباحت کے درمیان فرق یہ ہے کہ رخصت میں وہ فعل مباح نہ ہوگا بایں طور کہ حرمت اس فعل کی ختم ہوجائے گی بلکہ گناہ کے رفع میں اس کے ساتھ وہ معاملہ ہوگا جو کہ کسی مباح فعل میں ہوا کرتا ہے اور اباحت والی شکل میں حرمت ہی ختم ہوجاتی ہے۔

اور بعض مشائخ فرماتے ہیں مستقل طور پر اباحت کے ذکر کی ضرورت نہیں رہ جاتی کیونکہ اباحت فرض اور رخصت میں داخل ہے کیونکہ اباحت سے مراد صبر کرنے میں اباحت فعل مع الاثم ہے تو وہ فرض ہے اور اگر اباحت سے مراد فعل بغیر گناہ کے ہے صبر کرنے میں تو وہ رخصت ہے۔

مثلاً مجبور روزہ دار مسافر (بوجہ اکراہ) کے لیے افطار فرض ہے اور مجبور روزہ دار مقیم ہے تو (بوجہ اکراہ) افطار رخصت کے درجہ میں ہے[1]

ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی کا نظریہ

حکم الرخصة الاباحة مطلقاً من حيث هي رخصة

والدليل على ذالك امور احدها موارد النصوص عليها الخ[1]

ترجمہ: رخصت کا حکم مطلقاً اباحت ہے رخصت ہونے کی حیثیت سے۔ یعنی وجوب اور ندب (مستحب) کی کوئی شرط نہیں ہے۔ اور اس پر قرآن وحدیث سے بہت سے شواہد موجود ہیں۔

(۱) قوله تعالى فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا اثم عليه[2]

ترجمہ: جو شخص لاچار ہوجائے نہ سرکشی اور حد سے تجاوز کرتے ہوئے پس اس پر کوئی گناہ نہیں۔

(۲) فمن اضطر فی مخمصة غير متجانف لاثم[3]

---

[1] الشاطبی الموافقات ج اول ص ۳۰۷

[2] بقرة

[3] مائدہ

ترجمہ: جو شخص مجبور بھوک کی وجہ سے نہ میلان ہو بے گناہ کی طرف۔

(۳) من كفر بالله من بعد ايمانه الا من أكره وقلبه مطمئن بالايمان [1]

ترجمہ: جو شخص کفر کرے اللہ کے ساتھ ایمان کے بعد مگر جو مجبور کیا گیا اور اس کا دل مطمئن ہے ایمان کے ساتھ

وفى الحديث: ان الصحابة كانو يسافرون مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فمنهم القاصر ومنهم المتم ومنهم الصائم ومنهم المفطر لا يعيب بعضهم على بعض [2]

ترجمہ: اور حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے بعض نماز میں قصر کرتے بعض نہ کرتے بعض روزہ افطار کرتے بعض نہ کرتے اور ایک دوسرے پر کوئی عیب نہیں لگاتے تھے۔

وذلك يدل على الاباحة۔ اور یہ بات اباحت مطلقہ پر دلالت کرتی ہے۔

(۲) والثانى ان الرخصة اصلها التخفيف عن المكلف ورفع الحرج عنه حتى يكون من ثقل التكليف فى سعة واختيار بين الاخذ بالعزيمة وبين الاخذ بالرخصة [3]

ترجمہ: رخصت کی اصل مکلف سے حرج کو رفع کرنا اور تخفیف پیدا کرنا ہے حتی کہ تکلیف کے بوجھ سے اس کو عزیمت و رخصت دونوں پر عمل کرنے کا اختیار اور وسعت ہوتی ہے وهذا اصله الاباحة۔ اور اباحت کی اصل بھی یہی ہے۔

(۳) والثالث انه لو كانت الرخص ماموراً بها ندباً او وجوباً لكانت عزائم لا رخصا فالواجب هو الحتم واللازم الذى لا خيرة فيه [3]

---

[1] النحل

[2] الموافقات ج اول ص ۳۰۸

[3] ایضاً ص ۳۰۹

ترجمہ : اگر رخصت میں ندب یا وجوب کی قید لگائی جائے (بعض صورتوں میں واجب ہے بعض صورتوں میں مستحب) تو وہ عزیمت بن گئی نہ کہ رخصت کیونکہ واجب تو وہ حتمی اور لازمی چیز ہوتی ہے جس میں کوئی اختیار نہیں ہوتا۔

جیسے کہ حدیث شریف میں ہے :

ان اللہ یحب ان تؤتی رخصة کما یحب ان تؤتی عزائمہ ۔

ترجمہ : یقیناً اللہ تعالیٰ رخصت پر عمل کو پسند فرماتے ہیں جیسے کہ عزیمت پر عمل کو پسند کرتے ہیں ۔

اباحت سے مقصود رفع حرج ہے نہ تخییر علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں اباحت (جو رخصت کی طرف منسوب ہے) سے مقصود رفع حرج (تنگی اٹھانا) ہے نہ کہ تخییر یعنی کرنے یا نہ کرنے کے معنی میں نہیں ہے ۔

فالذی یظھر من نصوص الرخص انھا بمعنی رفع الحرج لا بالمعنی الاخر ۔ کذالك قوله (فمن کان منکم مریضاً او علی سفر فعدة من ایام اخر) ولم یقل فله الفطر ولا فلیفطر ولا یجوز له بل ذکر العذر الی اخره [1]

ترجمہ : جیسا کہ رخصت کی نصوص (اثباتی دلائل) سے ظاہر ہوتا ہے کہ رخصت رفع حرج کے معنی میں ہے نہ کہ دوسرے معنی (تخییر) میں ۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے کہ جو شخص تم میں سے مریض ہو یا مسافر ہو وہ روزہ دوسرے ایام میں پورا کرے اس آیت میں افطار کرکے جواز یا عدم جواز کا ذکر نہیں ہے بلکہ محض عذر کا ذکر ہے اور دوسرے ایام میں قضا کرنے کا حکم ہے ۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰة [2]

---

[1] الموافقات ج اول ص ۳۱۹

[2] النساء پ ۵ آیت ۱۰۱

ترجمہ : پس تم پر نماز میں قصر کرنے کا کوئی حرج نہیں ۔
اس آیت میں بھی یہی حکم ہے کہ تمہیں قصر کرنا چاہیے یہ نہیں کہ فلکم ان تقصروا تمہیں اختیار ہے کہ قصر کرو یا نہ کرو ۔

واما الاباحة بمعنى التخيير ففى قوله تعالىٰ (نساءكم حرث لكم فأتوا حرثكم أنّى شئتم) وكذالك قوله تعالىٰ وكلامنها رغداً حيث شئتما [1]

ترجمہ : اباحت جو تخییر کے معنیٰ میں ہے اس کی مثالیں اللہ تعالیٰ کے یہ فرمان ہیں کہ عورتیں تمہاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی میں جب چاہو آؤ ۔ اور اسی طرح (اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا کو فرمایا) اور اس جنت میں سے مزے سے لے کر کھاؤ جہاں سے تمہاری منشار ہو ۔

ارکان اسلام میں رخصت کی مثالیں اسلام کے پانچ ارکان ہیں : جب کوئی شخص اسلام قبول کرلیتا ہے تو اسے بقیہ ارکان پر عمل کرنے کے لیے تکلیف مالایطاق (طاقت سے زیادہ تکلیف) نہیں دی گئی بلکہ حکم دیا گیا ہے کہ جس طرح سے تجھے آسانی ہو اسی طرح حکم پورا کر ۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے ۔

ان هذا الدين يسر ولن يشادّ الدين احد الاغلبه رواه الشيخان [2]

ترجمہ : یہ دین سراپا یسر (آسان) ہے جو اس میں سختی پیدا کرے گا اس پر وہی سختی مسلط ہو جائے گی ۔

نماز کلمہ پڑھنے کے بعد اشرف العبادت نماز ہے جسکی ادائیگی ہر مسلمان پر فرض ہوتی ہے مگر اس میں بھی چند قیود اور شرطیں لگائیں ۔

(۱) نابالغ بچے پر نہیں بلکہ بالغ عاقل پر ہے ۔

(۲) عورت پر بہ حالت حیض ونفاس میں نہیں ۔ کیونکہ بہ نسبت مرد کے وہ صنف نازک ہے اس حالت میں بھی نماز ضروری ہو تو حرج میں ڈالنا ہوگا ۔

---

[1] الموافقات ج اول ص ۳۲۰

[2] بحوالہ آسان دین ص ۲۸۷ مولانا محمد جعفر پھلواری

(۳) بیمار جو کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھے رکوع سجدہ نہ کر سکے تو اشارے سے پڑھے۔ بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھے اور اگر کسی طرح ممکن نہ ہو تو نماز موقوف ہو جائے گی جب صحت ہو گی تو ادا کرے۔

(۴) سفر میں مشقت ہوتی ہے لہٰذا چار کی بجائے دو رکعت پڑھے اور سنت و نفل معاف ہے۔

غلو فی العبارت منع ہے۔

۲۔ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دو ستونوں کے درمیان رسی بندھی ہوئی دیکھی۔ پوچھا یہ کیا ہے یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتظام ہے وہ جب طویل قیام سے تھک جاتی ہیں تو اس کا سہارا لے لیتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کھول دو جب تک طبیعت پر بوجھ نہ ہو نماز پڑھو اور جب تھک جاؤ بیٹھ جایا کرو۔ (رواہ البخاری والنسائی)

۳۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ أَفَتَّانٌ أَنْتَ یا معاذ: کیا تو طویل نماز پڑھا کر لوگوں کو فتنہ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ لہٰذا امام کو حکم دیا کہ نماز مختصر پڑھائے۔

زکوٰۃ دوسرا رکن زکوٰۃ ہے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی تذکرہ قرآن میں جابجا موجود ہے مگر یہ بھی ہر شخص پر نہیں بلکہ عاقل بالغ صاحبِ نصاب پر فرض ہے اور سال میں ایک مرتبہ ہے اور چالیسواں حصہ ہے

نیز تمام ضروریات زندگی اس سے مستثنیٰ ہیں ضرورت زندگی میں غذائیات۔ پہننے۔ اوڑھنے۔ بچھانے کے سامان۔ مکان۔ سامان نوشت وخواند۔ سواریاں صنعت وحرفت کا ساز وسامان وغیرہ جانور میں زکوٰۃ تب ہے جبکہ سال کا اکثر حصہ باہر چرتے ہوں۔

نیز زکوٰۃ میں عمدہ مال نہ لیا جائے درمیانہ قسم مال وصول کیا جائے۔

روزہ تیسرا رکن روزہ ہے عاقل و بالغ پر ہے۔ عورت پر حیض ونفاس کی حالت میں روزہ ساقط ہے بعد میں قضا کرے۔

نیز سال میں ایک ماہ ہے صوم الدھر (یعنی ساری عمر روزہ رکھنا) سے منع فرمایا۔ صوم وصال سے منع فرمایا۔ سفر میں روزہ کی مشقت کی وجہ سے رخصت عنایت فرمائی لیس من البر الصیام فی السفر۔

حج چوتھا رکن حج ہے یہ بھی ہر شخص پر فرض نہیں بلکہ عاقل بالغ پر اور جس کے پاس حج کا خرچہ گھریلو اخراجات سے فاضل ہو صحت مند ہو۔ سفر میں خطرہ جان و مال بھی نہ ہو مقروض نہ ہو۔

خلاصہ یہ تمام سہولیات جو ارکان اسلام میں دی گئی ہیں اور ان کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ اس بات کو واضح کر رہی ہیں کہ شریعت کا مقصود بندگانِ خدا پر آسانیاں اور سہولتوں کا پیدا کرنا ہے اور جہاں کہیں بندہ مشقت اٹھاتا ہے تو اس کا اجر و انعام زیادہ دیا گیا ہے اور اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے میں بھی یہی راز ہے۔ کہ اس میں آسانیاں ہی آسانیاں ہیں رخصتیں ہی رخصتیں ہیں۔

نفاذ حدود میں رخصتیں اسلام میں حدود و تعزیرات بظاہر شدت و مشقت نظر آتی ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے مالہٗ و ما علیہ پر نظر ڈالی جاوے تو یہ انسانی مشقت کو دور کرتی نظر آتی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

ولکم فی القصاص حیوۃ یا ولی الالباب[1]

ترجمہ: اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والو۔

۲۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو ہدایات دی گئیں ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو حد نافذ کرنے میں احتیاط برتو۔ ملاحظہ ہو:

ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلّوا سبیله فان الامام ان یخطئ فی العفو خیر له من ان یخطی فی العقوبة[2]

ترجمہ: تم سے جہاں تک ممکن ہو سکے مسلمانوں کو حدود سے بچاؤ کوئی صورت بھی اس سے محفوظ رہنے کی نکل سکے تو اسے بچاؤ کیونکہ امام کے لیے معافی میں چوک جانا سزا میں چوک جانے سے بہتر ہے۔

ادرئ الحدود بالشبہات۔

ترجمہ: کوئی شبہ پیدا ہو جائے تو حدود کو اٹھا لو۔

---

[1] البقرہ آیت ۱۷۹

[2] ترمذی ج اول ص ۲۰۶

اذا ضرب احدکم فلیتق الوجہ [1]

ترجمہ: حد لگاتے وقت چہرہ پر مارنے سے بچو۔

مسلم شریف میں روایت ہے کہ ایک عورت بنی ازد قبیلہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی بدکاری کی چار حلفیہ شہادتیں پیش کرتی ہے۔ ہر بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا۔ اس نے کہا میں حاملہ ہوں فرمایا بچہ پیدا ہونے کے بعد آنا اس نے کہا بچہ پیدا ہوگیا ہے فرمایا دودھ چھڑانے کے بعد آنا رضاعت کرنے کے بعد وہ آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری فرمائی [2]

حد زنا حد زنا میں ایسی شرطیں لگائیں کہ جن کا پورا ہونا مشکل ہوتا ہے اور وہ ہے چار چشم دید گواہ (کالمیل فی المکحلۃ) (سرمے دانی میں سرمچوں) بیک وقت اتنے آدمیوں کا موجود ہونا ناممکن ہوتا ہے اس لیے حد کا قیام بھی ناممکن ہوتا ہے معلوم ہوا کہ شریعت میں ہر حکم اور ہر قانون رخصت اور وسعت پر محمول ہے۔

بغیر وجہ شرعی رخصت پر عمل کرنے کی وعید امام ابو اسحاق الشاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بہت بسط و تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ شریعت نے جن مشکل اور مشقت کے کاموں میں مخرج (نکلنے کا راستہ) بنایا ہے تو شارع کا قصد یہ ہے کہ مکلّف اگر چاہے تو ان کو اختیار کرے اگر اسی وجہ مشروعہ کے مطابق عمل کرے تو حکم شارع پر عمل متصوّر ہوگا۔ اگر رخصت پر عمل نہ کرے گا تو دو خرابیاں پیدا ہونگی۔ (۱) قصد شارع کی مخالفت (۲) ابواب تیسیر کو بند کرنا۔

فاذا کان کذالک فالمکلف فی طلب التخفیف مامور ان یطلبہ من وجہ المشروع۔

ترجمہ: پس جب معاملہ یہ ہے تو مکلّف کو اس بات کا حکم ہے کہ وہ مشروع طریقہ پر تخفیف و رخصت کا طالب ہو۔

---

[1] ابوداؤد ج اول

[2] ترمذی ج ا ص ۲۰۶

اگر وہ شرعی قواعد و اصول کے مطابق رخصت کا طالب ہوگا تو حالاً و مآلاً (دنیا و آخرت) رخصت کی برکات حاصل کر سکے گا اور اپنے فریضہ سے بری ذمہ ہو سکے گا اور طلب تخفیف بغیر طریقہ شرع کے کرے گا تو وہ خدا کی پکڑ اور غضب سے نہ نکل سکے گا اور برکت کی بجائے نحوست اور فراخی کی بجائے مزید تنگی پیدا ہوگی۔

ویدل علی ھذا من الکتاب قولہ تعالیٰ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومفھوم الشرط ان من لا یتقی اللہ لا یجعل لہ مخرجاً [1]

ترجمہ: اور اس پر قرآن حکیم میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق ملتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور من شرطیہ کی قید سے مفہوم ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا تو اس کے لیے نکلنے کی راہ نہیں بناتا۔

وعن الربیع بن خیثم فی قولہ (وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ الخ) قال من کل شئ ضاق علی الناس وعن ابن عباس من یتق اللہ ینجہ من کل کرب فی الدنیا والاخرۃ [2]

ترجمہ: حضرت ربیع بن خیثم رضی اللہ عنہ سے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ الخ کا مفہوم منقول ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکے لیے نکلنے کا راستہ بناتے ہیں ہر اس چیز سے جو لوگوں پر تنگی پیدا کرتی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت کی مصیبتوں سے نجات دیتا ہے۔

وخرج اسماعیل القاضی عن سالم بن ابی الجعد قال جاء رجل من اشجع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر الجھد فقال لہ النبی صلی اللہ

---

[1] الموافقات ج اول ص ۳۷۷

[2] ایضاً۔

علیه وسلم (اذهب فاصبر) وکان ابنه اسیرًا فی ایدی المشرکین فافلت من ایدیھم فاتاہ بغنیمۃ فاتی النبیؐ صلی اللہ علیه وسلم فاخبرہ فقال له النبی صلی اللہ علیه وسلم طیّبۃ"۔

ترجمہ: قاضی اسماعیل حضرت سالم بن ابی الجعد سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اپنی مشقت کا تذکرہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ صبر کرو وہ چلا گیا اور صبر کیا اس کا بیٹا مشرکوں کے ہاتھ میں قیدی تھا وہ انکے ہاتھوں سے چھوٹ گیا اور مال غنیمت لے آیا اس نے آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا حلال ہے اور یہ آیت اتری ومن یتق اللہ یجعل له مخرجًا۔

حدود اللہ سے تعدّی و تجاوز

جو شخص بغیر وجہ شرعی رخصت کے حیلے بہانے کرتا ہے تو وہ حدود اللہ سے تجاوز کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں میں دھوکہ بازی سے کام لیتا ہے ایسا شخص کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کامیابی و فلاح و نجات کا وعدہ تو حدود اللہ پر قائم رہنے میں ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ [1]

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔

(۲) فَمَنْ نَكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا [2]

ترجمہ: سو جو کوئی عہد توڑے گا تو اس کے عہد توڑنے کا وبال اس پر پڑے گا اور جو کوئی اس چیز کو پورا کرے گا جسکا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے تو اللہ اسے عنقریب بڑا اجر دیگا۔

انسان کی عقل ناقص ہے

وہ مصلحتیں جو بندے کے احوال کے ساتھ متعلق ہیں ان کو کما حقہ بندے کا خالق اور واضع جانتا ہے اور بندے کو محض چند وجوہ

---

[1] سورۃ الطلاق: ۱

[2] سورۃ الفتح: ۱۰

کا علم ہے اور یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے بسا اوقات انسان اپنی مصلحت کے لیے کوشش و تدبیر کرتا ہے مگر وہ اس تک نہیں پہنچ سکتا یا دنیاوی مصلحت و فائدہ تو حاصل کر لیتا ہے مگر آخرت میں اس کا نقصان ہوتا ہے اور بہت سے مُدبّر عقلمند کسی معاملے میں غور و فکر کرتے ہیں مگر ان کو کوئی ثمرہ حاصل نہیں ہوتا تو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا جنہوں نے آکر انسانی مصلحتوں اور مضرتوں پر روشنی ڈالی اور ان کے حصول کے اصول و قواعد بتائے اور رخصت و عزیمت کے اسباب سمجھائے اب اگر کوئی شخص ان اصول و قواعد سے ہٹ کر اپنے نفس کی اتباع کرتے ہوئے شرعی حکم میں ناجائز حیلہ تراشے گا تو اللہ تعالیٰ کی مدد ہرگز حاصل نہ کر سکے گا اور اپنی مراد کے حصول میں خائب اور خاسر رہے گا۔ (اعاذنا اللہ منہ) [۱]

عزیمت کی قسمیں اور ان کا حکم

والعزیمة اقسام اربعة فرض وواجب وسنة ونفل فالفرض ما ثبت وجوبه بدليل لا شبهة فيه [۲]

ترجمہ: عزیمت کی چار قسمیں ہیں: (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) نفل۔

فرض کی تعریف

جسکے کرنے کا مطالبہ کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ دلیل قطعی کا مطلب ہوتا ہے جسکی صحت میں کوئی شبہ نہ ہو اور سب کا اس پر اتفاق ہو۔

فرض کا حکم

وحكمه اللزوم علمًا وتصديقًا بالقلب وعملاً بالبدن حتى يكفر جاحده ويفسق تاركه بلا عذر۔

ترجمہ: فرض کا حکم یہ ہے کہ اس کے ثبوت کا علم قطعی حاصل ہو اور دل کے ساتھ تصدیق و یقین اور بدن سے عمل ضروری ہے ان کا انکار کفر اور بلا عذر شرعی چھوڑنا فسق ہے۔

اقسام فرض

فرض کی دو قسمیں ہیں:

الف۔ فرض عین۔ ب۔ فرض کفایہ۔

---

[۱] الموافقات للشاطبی ج اول ۳۴۹

[۲] حسامی ص ۵۸

فرض عین جسکے کرنے کا لازمی مطالبہ ہر ایک سے ہو جیسے پنجوقتہ نماز۔

فرض کفایہ جسکے کرنے کا لازمی مطالبہ پوری جماعت و بستی سے اس طور پر ہو کہ بعض افراد کرلیں تو سب سے مطالبہ ساقط ہو جائے گا ورنہ سب گناہگار ہوں گے جیسے نماز جنازہ [1]

فقہاء کا قول فقہاء کے نزدیک فرض کا اطلاق مکمل فعل پر بھی ہوتا ہے اور فعل کے ان ضروری اجزاء پر بھی کہ جن کے وجود پر فعل کا شرعی وجود موقوف ہوتا ہے خواہ وہ اصل فعل سے پہلے کئے جائیں یا اس کے اندر اگر اصل فعل سے پہلے ان کا کیا جانا ضروری ہو تو رکن کہتے ہیں۔ مثلاً پوری نماز کو بھی فرض کہتے ہیں اور اس کے شرعی وجود و اعتبار کے لیے کئے جانے والے اعمال جو اس سے پہلے کئے جاتے ہیں جیسے ستر عورت۔ استقبال قبلہ۔ وغیرہ کو شرط کہتے ہیں اور جو اس کے اندر کئے جاتے ہیں جیسے رکوع و سجدہ و قرأت وغیرہ جن کو ارکان کہتے ہیں ان سب کو بھی فرض کہتے ہیں [2]

عزیمت کی دوسری قسم واجب والواجب ما ثبت وجوبه بدليل فيه شبهة [3]
ترجمہ: جس کے کرنے کا لازمی مطالبہ کسی ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں کسی اعتبار سے شبہ ہو۔

واجب کا حکم ثبوت کا گمان غالب ہو اور بدن سے عمل بھی ضروری ہو بغیر کسی تاویل کے انکار گمراہی اور بغیر تاویل و عذر کے چھوڑنا گناہ ہے۔

مثال جیسے قربانی واجب ہے اور اس کا ثبوت آیت فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ سے ہے جس کا ثبوت تو قطعی ہے اس لیے کہ قرآنی آیت ہے مگر مفہوم ظنی ہے اس لیے کہ متفق علیہ نہیں ہے دوسرا مفہوم بھی مراد لیا گیا ہے۔

(۲) نماز وتر واجب ہے اس کا ثبوت غیر متواتر روایات سے ہے جن کے ثبوت میں عدم تواتر کی بنا پر شبہ ہے ہاں مفہوم شبہ سے خالی ہے اور ساتھ ہی لزوم کا قرینہ موجود اولاً حضور صلی اللہ

---

[1] حسامی ج ۱ ص ۴۴ ۲۳

[2] شامی ج ۱ ص ۴۴ ۶ اصول فقہ مولفہ مولانا عبید اللہ الاسعدی ص ۳۰

[3] حسامی ۵۸

علیہ وسلم کا قولاً تاکید کرنا (دوم) عملاً اس کی پابندی کرنا۔

مصداق فرض وواجب

کبھی واجب کا اطلاق فرض و واجب دونوں پر ہوتا ہے جیسے کہ لفظ فرض دونوں کے لیے استعمال کر لیا جاتا ہے اس صورت میں دونوں کے درمیان فرق یوں کیا جاتا ہے کہ فرض اصطلاحی کو اعتقادی و واجب اور واجب اصطلاحی کو عملی فرض و واجب کہتے ہیں اس لیے کہ اول کے لزوم کا دل سے یقین بھی ضروری ہے اور دوم پر صرف عمل ضروری ہے یقین نہیں لے

مقدمات فرض وواجب

مقدمات فرض اور واجب کا بھی وہی حکم ہے جو فرض اور واجب کا ہے یعنی جن چیزوں پر کسی فرض اور واجب کا صحیح اور مکمل ہونا موقوف ہو وہ بھی فرض اور واجب قرار پاتی ہیں جیسے نماز کے لیے وضو فرض ہے کیونکہ نماز کا صحیح ہونا وضو پر موقوف ہے۔ کے

فرضیت و وجوب کے ثبوت کے ذرائع

وجوب اور فرضیت کے ثبوت اصولی طور پر تین ذرائع ہیں۔ (الف) جن کا لغوی مفہوم ہی لزوم کا ہو جیسے

فَرَضَ - وَجَبَ - اَوْجَبَ - كَتَبَ عَلَيْهِ - قَضٰى۔ ان سب الفاظ کا لغوی معنی لزوم ہوتا ہے۔

(ب) وہ الفاظ جو صرفی و نحوی اعتبار سے لزوم کا مفہوم رکھتے ہوں جیسے فعل امر یا مصدر قائم مقام امر جیسے فَضَرْبَ الرِّقَابِ: اس میں ضَرْبَ مصدر اِضْرِبُوا فعل امر کے قائم مقام ہے۔

(ج) غیر فعل امر جبکہ فرضیت و وجوب کا تقاضہ کرنے والے قرائن موجود ہوں جیسے:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ سے

ترجمہ: اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال پورے دودھ پلائیں۔

اس میں يُرْضِعْنَ فعل مضارع امر کے معنیٰ میں ہے۔

عزیمت کی تیسری قسم سنت

والسنة الطريقة المسلوكة فی الدين کے

ترجمہ: وہ راستہ جس پر دین میں چلنا پڑتا ہے۔

لے التوضیح ص ۶۱۰ شامی ج ا ص ۶۴ اصول فقہ ص ۳۱

کے فواتح الرحموت ج اول ص ۶۵ اصول الشاشی ص ۳۴

سے البقرہ ۲۳۳

کے حسامی ص ۵۹

سنت کا حکم لزوم کے بغیر کرنے کی تاکید۔ کرنے والا مستحق تعریف و ثواب اور نہ کرنے والا مستحق ملامت و عتاب ہے۔ اور سنت شعار اسلام ہو تو اس کے ترک پر قتال بھی واجب ہے جیسے اذان شعار اسلام ہے اس کے ترک پر اسلامی حکومت پر قتال واجب ہے[۱]

سنت کا مصداق سنت کا مصداق وہ امور ہیں جن کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ سے ہو خواہ یہ ثبوت قولاً ہو یا فعلاً یا تقریراً۔ (یعنی وہ کام آپ کے سامنے کیا گیا اور آپ خاموش رہے ہوں) کبھی سنت کا اطلاق واجب پر بھی ہوتا ہے۔

اقسام سنت سنت کی دو قسمیں ہیں:
(۱) سنت ہدیٰ (۲) سنت زوائد۔

سنت ہدیٰ وہ امور جن کا ثبوت بطور عبادت اہتمام کے ساتھ ہو اور وہ فرض اور واجب کو مکمل کرنے والی ہو جیسے اذان و اقامت و جماعت۔ اسی کا دوسرا نام سنت مؤکدہ ہے اور سنت کا جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ اسی قسم کا ہے۔

سنت زائدہ وہ امور جن کا ثبوت یا تو بطور عادت ہو جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا۔ پہننا۔ چلنا وغیرہ یا بطور عبادت کیا گر وہ فرض و واجب کے لیے مکمل کی حیثیت سے نہ ہو جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طویل نماز پڑھنا حتیٰ کہ پاؤں پر ورم آجاتا تھا[۲]

سنت مؤکدہ کی اقسام سنت ہدیٰ (مؤکدہ) کی دو قسمیں ہیں:
(۱) سنت مؤکدہ علی العین (۲) سنت مؤکدہ علی الکفایہ۔

سنت مؤکدہ علی العین وہ ہے جس کے کرنے کا لازمی مطالبہ تاکید کے ساتھ ہر ایک سے کیا گیا ہو جیسے جماعت کی نماز (۲) تراویح کی نماز۔

سنت مؤکدہ علی الکفایہ جس کے کرنے کا مطالبہ غیر لازمی طور پر ہو اس طور پر کہ بعض کے کر لینے سے پوری جماعت بری قرار پائے ورنہ پوری جماعت مستحق

---

[۱] شامی ج اول ص ۵۶۳ در مختار ص ۷۰
[۲] التوضیح ص ۶۱۰ شامی ج ا ص ۷۰

گرفت و ملامت ہو جیسے نماز تراویح کی جماعت اور رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف[1]

ثبوت سنت کے ذرائع

ثبوت سنت کے ذرائع دو ہیں (۱) قولی (۲) فعلی۔

الف: قولی یہ ہے کہ اس کے کرنے کا مطالبہ کسی ایسے قرینہ کے ساتھ ہو جو وجوب کے مراد لینے پر دلالت کرتا ہو یا ایسی تاکید کے ساتھ ہو جو وجوب کی تاکید سے کمتر ہے۔

(ب) فعلی یہ ہے کہ کبھی بغیر عذر اس کو چھوڑنے کے ساتھ اکثر و بیشتر پابندی سے اس کے کرنے کا اہتمام نہ کیا گیا ہو[2]

عزیمت کی چوتھی قسم نفل

والنفل اسم للزیادۃ۔

نفل زائد عبادت کا نام ہے۔

نفل کا دوسرا نام ہے مندوب۔ ادب۔ تطوع۔ مستحب وغیرہ

نفل کا حکم

کرنے والے کو ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے والے پر کوئی عتاب نہیں کیا جاتا ہاں اگر شروع کر دیا تو پورا کرنا واجب ہے[3]

انکار سنت و مستحب

اگر سنت یا مستحب کا ثبوت ایسی دلیل سے ہو جس میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں تو اس کا انکار بھی کفر ہے مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَشْهِدُوا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (دو عادل گواہ بناؤ اپنے اندر سے) بعض معاملات میں دو گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ حکم استحبابی ہے[4]

عزیمت پر کرنیوالوں کے چند واقعات

جیسا کہ سابقہ تحریر میں واضح کیا جا چکا ہے کہ طبائع ایسی ہیں جن کو مشقت میں حلاوت اور مصیبت میں قلبی راحت اور مضرت میں مسرت حاصل ہوتی ہے وہ اتنے حلیم اور متحمل ہوتے ہیں کہ حکم الٰہی پر عمل میں ہر تکلیف کو صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کرتے ہیں اور ایسا ہونا بھی چاہیے۔ کیونکہ انسان طبعاً ضعیف پیدا

---

[1] شامی ج ا ص ۳۶۱

[2] فتح القدیر ج اول ص ۴۰۷

[3] حسامی ص ۶۰ عمدۃ الرعایہ ص ۱۵ شامی ج ا ص ۴۸۱

[4] شرح مسلم الخیر آبادی ص ۱۰۸

کیا گیا ہے (خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا) اور کاہل اور غافل ہے کہ ایک رخصت دی جائے جلئے تو اس سے متعدد رخصتیں نکالنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ کسی طرح عمل سے بچ جائے۔ اس طرح تو شریعت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ تو چند اشخاص ایسے بھی دنیا میں پیدا کئے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم اوّلی (عزیمت) اصلی شکل میں باقی رکھتے ہیں۔ اس طبقہ انسانی میں اولین طبقہ تو انبیاء علیہم السلام کا ہے جنہوں نے تبلیغ توحید و تنفیذ شریعت میں اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال دیا اور انہیں مصائب و شدائد کے پہاڑوں نے بھی ایک قدم پیچھے نہ ہٹایا حتیٰ کہ خود اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلٰی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا[1]

ترجمہ: پس شاید کہ تو ہلاک کرنے والا ہے اپنی جان کو ان کے پیچھے اگر نہ ایمان لاویں وہ اس بات پر غم کے مارے۔

ہمارے پیغمبر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ کہ مجھے بنسبت دیگر انبیاء کے زیادہ ستایا گیا۔

اور صحابہ کرامؓ میں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہمارے سامنے مشرک آپ کو بے حد تکلیف دیتے تھے یہاں تک کہ سخت گرمیوں میں پوری تیز دھوپ میں آپ کو لٹا کر آپ کے سینے پر بھاری وزنی پتھر رکھ دیا کہ اب نجات پانی ہے تو شرک کرو لیکن آپ نے پھر بھی ان کی نہ مانی صاف انکار کر دیا اور خدا کی توحید احد احد کے لفظ سے بیان فرماتے رہے بلکہ فرماتے واللہ اگر اس سے بھی زیادہ تمہیں چبھنے والا کوئی لفظ میرے علم میں ہوتا میں وہی کہتا۔

حضرت خبیبؓ کا واقعہ

اسی طرح حضرت خبیب کا واقعہ ہے کہ جب ان سے مسلمہ کذاب نے کہا کیا تو میرے رسول ہونے کی گواہی نہیں دیتا آپ نے فرمایا نہیں اس پر اس جھوٹے کذاب نے آپ کے ایک ایک عضو کاٹ ڈالنے کا حکم دیا ہر عضو کاٹنے کے بعد پھر یہی کہا جاتا مگر آپ انکار کرتے رہے۔ اور کلمہ کفر نہ کہا۔

حضرت عبداللہؓ بن حذافہ سہمی کا واقعہ

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن حذافہ سہمی صحابی کے ترجمہ میں ذکر کرتے ہیں۔ کہ آپ کو رومی کفار

---

[1] الکہف پ۱۵ آیت ۶

نے قید کر لیا اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا اس نے آپ سے کہا کہ تم نصرانی بن جاؤ تو میں تجھے حکومت میں شامل کر لوں گا اور اپنی لڑکی سے تمہاری شادی بھی کر دوں گا چاہے تم مجھے ساری حکومت دیدو تب بھی میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمدی سے نہ پھروں گا۔ بادشاہ نے کہا پھر میں تجھے قتل کر دونگا حضرت ابن حذافہؓ نے فرمایا تمہاری مرضی ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے انہیں صلیب پر چڑھانے کا حکم دیا اور تیر اندازوں نے ان کے پاؤں اور جسم کو چھیدنا شروع کر دیا بار بار کہا جاتا کہ اب نصرانیت قبول کر لو اور آپ پورے استقلال سے فرماتے جاتے ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

پھر بادشاہ نے ایک پیتل کی دیگ میں تیل گرم کرایا اور حضرت عبداللہ کے سامنے ایک دوسرے مسلمان کو اس میں ڈال دیا وہ چرمر ہو کر رہ گئے اور گوشت پوست جل گیا۔ پھر حضرت عبداللہ سے کہا اب بھی وقت ہے دین کو چھوڑ دو ورنہ تجھے بھی اس دیگ میں جلا دیا جائے گا حضرت عبداللہ نے ایمانی جوش سے فرمایا ناممکن ہے کہ میں خدا کے دین کو چھوڑ دوں۔ بادشاہ نے حکم دیا اس کو چرخی پر چڑھا کر دیگ میں ڈال دو جب چرخی پر چڑھایا تو عبداللہ بن حذافہ کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا رک جاؤ پوچھو شاید عبداللہ کا ارادہ نصرانی بننے کا ہوگیا ہے۔ جب پوچھا تو عبداللہ بن حذافہ نے فرمایا کہ میں اس واسطے رو رہا ہوں کہ میری ایک جان ہے کاش کہ میری روئیں روئیں میں ایک جان ہوتی تو میں ہر ایک جان راہِ اللہ میں قربان کرتا[1]

ایک روایت میں ہے کہ آپ کو قید خانہ میں خنزیر کا گوشت اور شراب دی جاتی تھی مگر آپ بھوکے رہ جاتے ان کی طرف توجہ بھی نہ فرماتے۔

بادشاہ نے پوچھا کیوں نہیں کھاتے حضرت عبداللہ نے فرمایا اس حال میں مجھ پر حلال تو ہوگیا ہے مگر میں خدا کے دشمن کو خوش نہیں کرنا چاہتا۔ تو بالآخر بادشاہ نے کہا اچھا میرے سر کا بوسہ لے لو میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو رہا کر دوں گا آپ نے اسے دوسرے مسلمانوں کی خاطر قبول کر لیا اور اسکے سر کا بوسہ لیا بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کر دیا اور آپ کو آپ کے ساتھیوں کو رہا کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عبداللہ بن حذافہ کا بوسہ لیا[2]

---

[1] تفسیر ابن کثیر اردو ج ۴ ص ۶۰

[2] ایضاً ۶۲

خلاصہ اس طرح کے بہت سے واقعات سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں ۔ اس لیے ہمیں انہیں نجوم ہدایت کو مشعل راہ بنانا چاہیے اور بلاوجہ شرعی تاویلات کا سہارا لے کر حکم خداوندی سے روگردانی نہیں کرنی چاہیے ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دین میں ثابت قدمی نصیب کرے ۔ آمین

اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ

تالیف

مولانا سید محمد متین ہاشمی

ڈائریکٹر ریسرچ سیل دیال سنگھ لائبریری

لاہور

اسلامی حدود کے نفاذ کے عمل ۔ مبادیات اور اسلامی قانون جرم و سزا کے فلسفہ پر

ایک مختصر مگر پر مغز کتاب ۔ وکلا اور قانون دان طبقہ کے لیے معلومات

کا ایک بیش بہا خزانہ ۔ قیمت : ۴۲ روپے